338

غاية التحقیق

فی

تضحية ایام التشریق

تالیف

مولانا محمد رئیس ندوی

ناشر

ادارۃ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، بنارس

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

سلسلہ اشاعت: (۳۳۸)

نام کتاب: غاية التحقيق في تضحية أيام التشريق

مصنف: مولانا محمد رئیس ندوی

اشاعت اول: ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۲ء

اشاعت دوم: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ = اگست ۱۹۹۹ء

صفحات: ۹۵

ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ بنارس

تعداد: گیارہ سو (۱۱۰۰)

طباعت: سلفیہ آفسیٹ پریس، وارانسی

ملنے کے پتے

۱- مکتبہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس-۲۲۱۰۱۰

۲- مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶

فہرست مضامین

SAIFUL ISLAM LIBRARY
Book No.
سیف الاسلام لائبریری
DARA NAGAR - VARANASI

عرض ناشر برائے اشاعت ثانی

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على رسوله الكريم ، وعلى آله وصحبه أجمعين ، وبعد :

اللہ تعالی کا فضل وکرم ہے کہ "غایۃ التحقیق" نامی کتاب عوام میں مقبول ہوئی، اوراس کے نسخے بہت جلد ختم ہوگئے، مذہبی لٹریچر کے سلسلہ میں عام طور پر یہ شکوہ سنا جاتا ہے کہ قارئین کتابوں کی خرید پر کم توجہ دیتے ہیں، یعنی مذہبی کتابیں کم پڑھی جاتی ہیں، یا بغیر خرید پڑھی جاتی ہیں۔ یہ تاثر کسی نہ کسی حد تک صحیح ہے، پھر بھی کتابوں کو خرید کر پڑھنے والے موجود ہیں اور ایسے قارئین کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہتا ہے کہ ناشرین انہیں عمدہ مذہبی کتابیں فراہم کریں۔ موجودہ دور میں مذہبی حلقوں میں یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ شرعی مسائل کے جو دلائل کتاب وسنت میں موجود ہیں ان سے واقفیت حاصل کی جائے، اور قلبی اطمینان کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت کی جائے۔

کتاب وسنت میں مذکورہ دلائل کو سمجھنے کے لئے پیدا ہونے والے احساس کو بعض لوگ اندیشہ کی نظر سے دیکھتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ مسائل کے فہم واستنباط میں متوسط یا کم پڑھے لکھے لوگوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ایہ علی الاطلاق صحیح نہیں، بہت سی باتیں یقیناً ماہرین شریعت علماء ہی

کے غور و فکر کی ہوتی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ قرآن وحدیث کی واضح باتوں کے خلاف واقعات پر بھی لب کشائی نہ کی جائے، کم علم والے کو حق ہے کہ زیادہ علم والے سے پوچھ کر اطمینان کرے، اتخذوا احبارھم ورھبانھم الخ " کی تفسیر میں حضرت عدی بن حاتم کی روایت اور دوسرے شرعی احکام سے ثابت ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ کسی بات کو آنکھ بند کر کے تسلیم نہ کیا جائے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں اس طرح کے بہت سے واقعات موجود ہیں کہ انہوں نے زیادہ علم رکھنے والے حضرات کے ساتھ گفتگو کی، اور مسائل کے سلسلہ میں اپنا نقطۂ نظر پیش کیا، ضرورت ہے کہ آج کے مسلمان بھی شرعی مسائل میں استفسار اور تبادلۂ خیال سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

محترم مولانا محمد رئیس صاحب نے غایۃ التحقیق نامی رسالہ میں جو عمدہ تحقیق پیش کی ہے، اور جس طرح ایام تشریق میں قربانی ثابت کی ہے، ہمیں یقین ہے کہ حق پرست اسے قبول کریں گے، اور قرآن وحدیث کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کریں گے، والتوفیق من اللہ۔

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اس مفید تحقیقی رسالہ سے تمام قارئین کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے، اور ہر شخص کو قرآن وحدیث پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین، والحمد للہ رب العالمین۔

(مقتدی حسن ازہری)

جامعہ سلفیہ، مرکزی دار العلوم، بنارس

۵/ جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

فروعی مسائل میں ائمہ دین اور فقہاء کے مابین اختلاف معروف ہے اور اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں اور دونوں میں سے کسی ایک سے جب کوئی رہنمائی مل جائے تو اس پر عمل کریں اور پھر کسی دوسرے کے قول یا رائے کی پرواہ نہ کریں، امت میں فقہی مذاہب کی تقلید کے رائج ہونے کے بعد ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایک طرح کا جمود وتعصب پیدا ہو گیا، جس کے نتیجہ میں مذاہب کے مقلدین کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنے کی جگہ ان مذاہب کے اقوال وفتاویٰ پر اکتفا کرنے لگے، اس صورت حال میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی امام کا قول یا فتویٰ حدیث کے خلاف ہو گیا کیونکہ وہ حدیث امام کے علم میں نہ آسکی، امام کے متبعین کا فرض تھا کہ صحیح حدیث ملنے کے بعد امام کے اس قول وفتویٰ کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کریں لیکن مسلکی تعصب نے انھیں اس راہ سے باز رکھا جس سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "رفع الملام"
میں اسی مسئلہ پر بہت اچھی روشنی ڈالی ہے، ایک مقام پر لکھتے
ہیں کہ! امت میں جن ائمہ کو قبول واعتماد حاصل ہے ان میں سے
کسی کے متعلق یہ نہیں سوچا جاسکتا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
کسی بھی سنت کی قصداً مخالفت کرے گا، اب اگر کسی صحیح
حدیث کے خلاف کسی امام کا کوئی قول ملے تو اس کی توجیہ یا عذر
کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اوّل یہ کہ امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کے
صدور کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔

دوم یہ کہ امام اس حدیث سے متعلقہ فیصلہ مراد لینے کا عقیدہ
نہ رکھتا ہو۔

سوم یہ کہ امام حدیث کے حکم کو منسوخ مانتا ہو۔

عذر کی ان تینوں قسموں کے ابن تیمیہؒ نے متعدد اسباب ذکر
کئے ہیں جن میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ حدیث اس امام کو
مل نہ سکی ہو، اور اس نے کسی آیت یا حدیث یا قیاس کی بنیاد
پر اپنی بات کہی ہو، سلف کے جو اقوال بعض احادیث کے خلاف
ملتے ہیں ان میں سے اکثر کا سبب یہی ہوتا ہے، کیونکہ کسی امام کے

متعلق یہ تصور بالکل غلط ہے کہ اسے تمام احادیث نبویہ کا علم تھا
(مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۲۰/۲۳۲)

علامہ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے "اعلام الموقعین" میں
امام عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ) نے "میزان کبری" میں، امام
فلانی نے "ایقاظ الہمم" میں، محمد معین نے "دراسات اللبیب"
میں اور شیخ جمال الدین قاسمی نے "قواعد التحدیث" میں اور اسی
طرح متعدد دوسرے مصنفین نے اپنی تصانیف میں اس امر پر
مفصل روشنی ڈالی ہے کہ صحیح حدیث کا کیا مقام ہے اور صحیح حدیث
کے معلوم ہو جانے کے بعد امت کے ہر فرد پر اس کی پیروی کس
طرح ضروری ہو جاتی ہے، مگر بے حد افسوس کا مقام ہے کہ فقہی
مسالک کی تقلید کی وجہ سے صحیح حدیث پر عمل کرنے میں آج بھی
تردد محسوس ہو رہا ہے، اور حدیث کی تاویل و تردید کی جاتی
ہے۔

ذی الحجہ کی تیرھویں تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے تک قربانی
کا جواز صحیح حدیث سے ثابت ہے، لیکن فقہاء حنفیہ کا فتویٰ اس کے
خلاف ہے وہ صرف ۱۲ ذی الحجہ تک قربانی جائز مانتے ہیں اور
لوگوں کو تیرہ تاریخ کی قربانی سے روکتے ہیں، اس مسئلہ میں

کتاب وسنت کا حکم معلوم کرنے کے لئے بمبئی کے اخوان جماعت نے جامعہ سلفیہ بنارس کے استاد جناب مولانا محمد رئیس ندوی صاحب حفظہ اللہ کے نام ایک استفتاء ارسال کیا تھا جس کا متن ان سطور کے اختتام پر درج کیا جارہا ہے۔

محترم مولانا محمد رئیس صاحب نے احادیث وآثار کی روشنی میں اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے، اور علمی انداز میں مدلل طور پر ثابت کیا ہے کہ تیرہ ذی الحجہ کو قربانی کا ثبوت حدیث شریف میں موجود ہے، اور اس کے خلاف جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان کی حدیث نبوی کے مقابلہ میں کوئی قیمت نہیں، مولانا موصوف کی اس تحریر میں دقت نظر اور وسعت معلومات نمایاں ہیں، حدیث کی صحت وسقم اور رجال کی تعدیل وتجریح کے سلسلے میں ان کا فیصلہ واضح اور نکھرا ہوا ہے، اس لئے ہمیں امید ہے کہ اس جواب کو پڑھ کر ہر منصف مزاج انسان یہ تسلیم کرلے گا کہ تیرہ ذی الحجہ کی قربانی ثابت ہے اور اس پر عمل سے گریز سچے مومن کی شان کے خلاف ہے،

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا موصوف کو اس خدمت کا بہترین اجر عطا فرمائے، اور تمام مسلمانوں کو کتاب وسنت کے احکام پر عمل کی توفیق بخشے، وصلی اللہ علی النبی وسلم۔

مقتدی احسن ازہری

۴ صفر ۱۴۱۳ھ

سوالنامہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ شہر بمبئی میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قربانی صرف ایک دن دسویں ذی الحجہ کو جائز ہے، اس سے زیادہ تین دنوں تک قربانی کرنی جائز اور درست نہیں، جو شخص دسویں ذی الحجہ کے بعد تین دنوں میں سے کسی دن قربانی کرے اس کی قربانی قربانی ہی نہیں ہوگی۔ ان لوگوں کی اس بات سے بڑا اختلاف و نزاع رونما ہوا ہے، اس مسئلہ میں کتاب و سنت سے جو بات ثابت ہو مدلل اور مفصل طور پر بیان کیجئے۔

(مولانا) محمد امین اثری
ناظم جمعیۃ اہل حدیث بمبئی عظمیٰ
۹ر نومبر ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وھو الموفق بالصواب

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیا الی اللہ وسراجا منیرا۔"

تمہید

استفتاء کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ شہر بمبئی میں کچھ لوگ صرف دسویں ذی الحجہ کو قربانی کا دن مانتے ہیں اور اس سے زیادہ ایام میں قربانی کو ناجائز وغیر مشروع قرار دیتے ہیں اور دسویں ذی الحجہ کے بعد مزید تین دن یعنی ایام تشریق میں جو لوگ قربانی کرتے ہیں ان کی یہ حضرات تغلیط وتردید کرتے ہیں ـــــ ہمارے نزدیک

ازروئے تحقیق شریعتِ مطہرہ سے یہ بات ثابت ہے کہ قربانی چار دن تک مشروع ہے یعنی دسویں ذی الحجہ اور اس کے بعد ایام تشریق کے تین دن تک۔ لیکن یہ بھی ایک ثابت شدہ اور معروف حقیقت ہے کہ مختلف اسباب ووجوہ کی بنا پر ایام قدیم سے بہت سارے مسائل میں صحیح موقف ومسالک سے اختلاف کرنے والے لوگ موجود ہیں یہی حال زیر نظر مسئلے کا بھی ہے کہ ایام قدیم سے بعض لوگ نہ جانے کن وجوہ سے ثابت شدہ صحیح موقف کے خلاف یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قربانی کے لئے صرف دسویں ذی الحجہ کا دن متعین ومخصوص ہے لیکن اصولی طور پر تمام مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ نصوص کتاب وسنت سے ثابت شدہ صحیح موقف کے خلاف اختیار کیا ہوا ہر شخص کا موقف ونظریہ مردود ہے خواہ وہ شخص کوئی ہو۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم زیر بحث مسئلہ پر اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں۔

ایک سے زیادہ دنوں میں قربانی کی مشروعیت پر قرآن مجید سے ثبوت۔

قرآن مجید کی مختلف ومتعدد آیات میں صراحۃً واشارۃً قربانی

کا ذکر موجود ہے قربانی کے سلسلے میں ایک قرآنی ارشاد یہ ہے کہ :-

وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ فِی اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِیْرَ (سورۂ حج آیت ۲۸)

یعنی لوگ "ایام معلومات" میں قربانی کے لئے مخصوص شدہ ان چوپایہ جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں — جن جانوروں کو انھیں اللہ نے میسر وفراہم کررکھا ہے اور ان قربانی شدہ جانوروں کے گوشت میں سے تم خود کھاؤ اور پریشان حال فقیر کو بھی کھلاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں واضح طور پر حکم دیا ہے، کہ لوگوں کو قربانی کے جو جانور میسر اور حاصل ہوں ان پر وہ "ایام معلومات" میں اللہ کا نام لیں یعنی بسم اللہ پڑھ کر ان جانوروں کو "ایام معلومات" میں ذبح کریں۔ اردو میں "ایام معلومات" کا مطلب ہے معلوم اور مقرر شدہ گنتی دن ایام اور معلومات دونوں جمع کے صیغے ہیں اور صفت وموصوف ہیں — "ایام" یوم کی جمع ہے جس کا معنیٰ دن ہے ایام اور یوم کے الفاظ اردو داں طبقے میں بھی دن کے معنیٰ میں مستعمل ہیں اسی طرح "معلومات" معلومۃ کی جمع ہے جو معلوم کا مونث

ہے اور لفظ معلوم ہندوستان میں عام طور پر تمام لوگوں کے مابین بولا جاتا ہے، اس مختصر سی تشریح سے یہ بات بہ آسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ نص قرآنی کے مطابق قربانی کے ایام معلوم و معروف اور مقرر و متعین ہیں کیونکہ جو ایام یعنی دن معلوم و معروف ہوں گے وہ لازمی طور پر متعین و مقرر شدہ بھی ہوں گے اور جب قرآن مجید نے قربانی کے لئے مقرر و معلوم شدہ کئی دن متعین کر رکھے ہیں، جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نے قربانی کے لئے ایک سے زیادہ ایام مقرر کر دیئے ہیں کیونکہ جمع کا اطلاق ایک سے زیادہ پر ہوتا ہے۔ خود بخود یہ بات واضح اور ثابت ہو گئی کہ قربانی کے لئے صرف دسویں ذی الحجہ کی تعیین و تحدید کرنے والوں کا موقف نص قرآنی کے خلاف ہونے کے سبب مردود ہے۔

ایک سے زیادہ دنوں میں قربانی کی

مشروعیت پر اجماع امت

چونکہ مذکورہ بالا نص قرآنی کا یہ معنیٰ بہت ظاہر ہے کہ قربانی کے لئے ایک سے زیادہ کئی دن مقرر و متعین ہیں اس لئے

اس کی توضیح کے لئے نیز اس سے اختلاف رکھنے والوں کی تغلیط کے لئے ہم کو کچھ زیادہ کہنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے خصوصاً اس لئے کہ امام قرطبی محمد بن احمد انصاری متوفی سنہ ۶۷۱ھ ہجری نے آیت مذکورہ کے سلسلے میں فرمایا کہ :- "لا خلاف ان المراد به النحر"، (تفسیر قرطبی سورۂ بقرہ ص ۲ ج ۳) یعنی اس بات میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکورہ میں قربانی کا ذکر ہے اور "ایام معلومات" سے مراد ایام قربانی ہیں۔ امام قرطبی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کچھ اہل علم نے سورہ بقرہ کی آیت "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ"، (یعنی ایام معدودات میں اللہ کو یاد کرو) میں واقع شدہ لفظ "ایام معدودات" کے جو معنیٰ بتلایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایام معدودات اور ایام معلومات معنوی طور پر ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں (تفسیر قرطبی ص ۳ ج ۳) اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ قرآن مجید میں کم از کم دو جگہ کہا گیا ہے کہ قربانی کے لئے ایک سے زیادہ ایام مقرر ہیں اس تفصیل سے بہر حال اس موقف کی تغلیط ہوتی ہے کہ قربانی صرف دسویں ذی الحجہ کو ہے اس کے علاوہ دوسرے ایام میں نہیں ہے۔

جب ایک سے زیادہ دنوں میں قربانی کی مشروعیت پر بتصریح امام قرطبی اجماع ہے تو یہ اجماع بذات خود اس بات کی شرعی دلیل ہے کہ قربانی ایک سے زیادہ دنوں میں مشروع ہے اگر اس طرح کے اجماع سے بالفرض ایک آدھ آدمی نے عملاً یا قولاً اختلاف کیا ہو تو وہ شذوذ کے حکم میں ہے جو شاذ ہونے کے سبب کالعدم ہے۔ خصوصاً جبکہ اس اجماع کی تائید میں قرآنی آیت بھی موجود ہے اور احادیث معتبرہ بھی۔

کتنے دنوں تک قربانی مشروع ہے

جب نص قرآنی سے یہ ثابت ہے کہ قربانی کے لئے متعدد ایام مقرر ہیں تو فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایام کتنے اور کون کون سے ہیں؟

اس معاملہ میں بھی ایام قدیم سے مختلف اقوال ومذاہب پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک قول حدیث نبوی کے مطابق ہونے کے سبب مقبول اور باقی اقوال خلافِ حدیث ہونے کے سبب مردود ہیں جو قول حدیث نبویؐ کے مطابق ہے

وہ یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ تک یعنی کل چار ایام قربانی کے لئے متعین ہیں اس اجمال کی تفصیل ذیل میں پیش کی گئی ہے۔

چار دن قربانی کی مشروعیت پر دلالت

کرنیوالی پہلی حدیث

حافظ عبد الرحمن بن ابراہیم بن عمرو ابو سعید عثمانی دحیم دمشقی مولود ۱۷۰ھ متوفی ۲۴۵ھ نے کہا ہے کہ حدثنا محمد بن شعیب اخبرنی معاویۃ بن یحییٰ الصدفی عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی هریرۃ وابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ,, ایام التشریق کلها ذبح ،، یعنی حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام ایام تشریق قربانی کے جانور ذبح کئے جانے کے ایام ہیں۔ (کتاب العلل لابی حاتم الرازی ص۳۸ ج ۲ وسنن بیہقی ص۲۹۶ ج ۹ والکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۳۹۶

(نصب الرایہ ص۲۱۳ ج۴ و میزان الاعتدال للذہبی (ص۲۸۶ ج۲)

مذکورہ بالا حدیث کا واضح مفاد یہ ہے کہ ایام تشریق میں یعنی دسویں ذی الحجہ کے علاوہ گیارہویں بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ میں کل چار دن قربانی کے جانور ذبح کیے جا سکتے ہیں۔

حدیث مذکور کی تصحیح

ہمارے نزدیک یہ حدیث از روئے تحقیق معتبر و قابل عمل ہے، اگرچہ بعض لوگوں کو اس پر کلام ہے اس کی سند متصل ہونے پر کسی کو کوئی کلام نہیں البتہ اس کی سند کے معتبر ہونے پر کلام ہے اور وہ کلام اس کے صرف ایک راوی معاذ بن یحییٰ صدفی دمشقی پر ہے جس کی تحقیق آگے آرہی ہے

اس حدیث کی سند سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کرنے والے دو مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما ہیں اور ان حضرات سے روایت کرنے والے ان کے مشہور شاگرد امام سعید بن مسیب مولود ۱۴/۱۵ھ و متوفی ۹۳ھ، ہیں جو

بہت معروف ثقہ تابعی ہیں اور اہل علم کے مابین سید التابعین کے لقب سے مشہور ہیں امام ابو حاتم محمد بن ادریس رازی نے کہا کہ :۔ "وھو اثبتھم فی ابی ھریرۃ"، یعنی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث نقل کرنے میں امام سعید بن مسیب سب سے زیادہ پختہ کار ثقہ رواۃ میں سے ہیں (عام کتب رجال) اس اعتبار سے زیر نظر حدیث کی خاص اہمیت ہے، حضرت سعید بن المسیب سے اس حدیث کے راوی امام زہری (محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب زہری متوفی ۱۲۵ھ) بھی پختہ کار ثقہ تابعی ہیں ان کی امامت وجلالت اور ثقاہت پر اتفاق ہے۔ (عام کتب رجال)

معاویہ بن یحییٰ صدفی کی توثیق پر بحث

امام زہری سے اس حدیث کے راوی معاویہ بن یحییٰ ابو روح صدفی دمشقی کی ثقاہت مختلف فیہ ہے مگر ہمارا حاصلِ تحقیق یہ ہے کہ معاویہ صدفی کی تحدیث کے دو زمانے ہیں پہلا اپنے وطن شام کی تحدیث کا زمانہ ــــــ دوسرا ۱۵۸ھ کے بعد

خلیفہ مہدی کی طرف سے "رے" کے بیت المال کا حاکم بن
کر شام سے جاکر "رے" میں تحدیث کا زمانہ۔ جب تک
موصوف معاویہ شام میں تحدیث کرتے رہے تب تک ان کا
حفظ و ضبط درست تھا مگر جب "رے" گئے تو ان کا حفظ و
ضبط خراب ہوگیا۔ "رے" جانے سے پہلے موصوف معاویہ
نے اپنے ملک شام میں اپنے شامی تلامذہ کے سامنے ایک طویل
زمانہ تک تحدیث کی تھی اس لئے موصوف سے موصوف کے ثقہ
شامی تلامذہ جو احادیث روایت کریں وہ صحیح و معتبر ہیں اور جو
احادیث موصوف کے رازی تلامذہ نقل کریں وہ غیر معتبر و غیر
صحیح ہیں۔ معاویہ صدفی کو "رے" کے بیت المال کا حاکم بنانے
والا خلیفہ مہدی سنہ ۱۵۹ھ کے بالکل اواخر میں یعنی ۶/۷ ذی الحجہ
کو خلیفہ ہوا تھا (عام کتب تاریخ) اس لئے ظاہر ہے کہ سنہ ۱۵۹ھ اور
اس کے بعد کے زمانہ کی بیان کردہ روایاتِ معاویہ پر ہی کلام ہو
سکتا ہے۔

صحیحین کے متفق علیہ رواۃ میں سے متعدد رواۃ ایسے
ہیں جو ایک زمانہ تک صحیح الحفظ والضبط تھے پھر سیئ الحفظ و مختلط
ہوگئے اور خرابیٔ حفظ و ضبط کے بعد ساقط الاعتبار قرار پائے

حالانکہ وہ پہلے متفق علیہ طور پر ثقہ مانے گئے ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث بالاتفاق صحیح وحجت ہیں۔

امام ابوحاتم محمد بن حبان لبستی نے فرمایا کہ:۔

"کَانَ یَشْتَرِی الْکُتُبَ وَیحدِّثُ بِهَا ثُمَّ تَغَیَّرَ حفظہ، فَکَانَ یحدّث بالوَهمِ فِیْمَا سَمِعَ مِنَ الزهری وغیرہ فجَاءَ رِوَایۃُ الرازیین عنہ اسحاقُ بنُ سلیمانَ وذووہ کَاَنَّهَا مقلوبۃ وَفِی رِوَایۃِ الشَّامیینَ عنہ الهقلُ بنُ زیاد وغیرہ اشیاءُ مستقیمۃٌ یشبہ حدیث الثقاتِ"

یعنی معاویہ کتابیں خرید کر ان کی تحدیث کرتے تھے مگر بعد میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تو موصوف امام زہری وغیرہ سے سنی ہوئی احادیث بیان کرنے میں وہم کا شکار ہوجاتے تھے چنانچہ ان کی روایت کردہ احادیث دو طرح کی ہیں ایک ان کے رازی تلامذہ اسحاق بن سلیمان وغیرہ کی جو خرابی حفظ کے بعد بیان کردہ ہیں اس لئے وہ مقلوب معلوم ہوتی ہیں لیکن دوسری قسم موصوف کی روایت کردہ ان احادیث کی ہے جن کو ان کے شامی تلامذہ ھقل بن زیاد وغیرہ نے نقل کی ہیں ان کے شامی تلامذہ کی نقل کردہ احادیث مستقیم یعنی معتبر وصحیح ہیں اور ثقہ رواۃ کی احادیث کے

مشابہ ہیں۔ (المجروحین لابن حبان ص۳۰ ج ۳، ۴۔

امام ابن حبان کے مذکورہ بالا بیان کا واضح مفاد یہ ہے کہ اپنے وطن شام میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث صحیح و معتبر ہیں اور اس کے بعد کی بیان کردہ معتبر نہیں ہیں کیونکہ بعد میں موصوف سوءِ حفظ کا شکار ہو گئے تھے ظاہر ہے کہ صحیح و معتبر حدیث کا دارومدار جن رواۃ پر ہوتا ہے وہ ثقہ و معتبر ہوتے ہیں اس لئے امام ابن حبان کی بات کا لازمی مطلب ہے کہ انھوں نے "رے" جانے کے پہلے کی تحدیث میں معاویہ صدفی کو ثقہ قرار دیا ہے۔

خرابیٔ حفظ لاحق ہونے کے بعد "رے" میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث میں سے دو کا ذکر بطور نمونہ کرتے ہوئے امام ابن حبان نے کہا کہ: حدثنا بالحدیثین جمیعاً ابن قتیبۃ حدثنا حسین بن ابی السری حدثنا اسحاق بن سلیمان حدثنا معاویۃ بن یحییٰ عن الزھری فی نُسْخَۃٍ کَتَبْنَا عَنْہ بِھٰذا الاسنادِ اکثرھا مقلوبۃ عَلَی الزھری ـــــ"

(المجروحین ص۳۰۹ ج ۳)

یعنی یہ دونوں حدیثیں ہم سے ابن قتیبہ نے اپنے نسخہ سے

بیان کی ہیں جس نسخہ کو ہم نے ابن قتیبہ سے لے کر نقل کیا تھا۔

مذکورہ بالا عبارت میں منقول شدہ معاویہ کی بیان کردہ دونوں حدیثیں اسحاق بن سلیمان کی روایت کردہ ہیں جو معاویؒ کے رازی تلامذہ میں سے ہیں اور اپنے استاد ابن قتیبہ سے جو نسخہ امام ابن حبان نے نقل کیا تھا اس میں اکثر روایات اسحاق بن سلیمان ہی سے مروی تھیں اور وہ مقلوبہ تھیں۔

حافظ ابن خراش عبدالرحمٰن بن یوسف ابومحمد مروزی بغدادی متوفی ۲۸۲ھ نے کہا کہ: رَوایۃ الھقل عنہ صحیحۃ نسخہ شعیب وروایۃ اسحاق الرازی عنہ مقلوبۃ "۔ یعنی معاویہ سے ہقل کی روایت کردہ احادیثِ زہری صحیح ہیں کیونکہ ھقل کی روایت کردہ یہ احادیث زہری کاتبِ زہری شعیب بن ابی حمزہ حمصی شامی کی تحریر کردہ کتاب سے نقل کی گئی ہیں مگر معاویہ سے اسحاق بن سلیمان کی روایت کردہ احادیث مقلوبہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۲ ج ۹)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ مندرجہ بالا عبارت میں حافظ ابن خراش کی جو بات منقول ہے وہی بات معنوی طور پر امام ابن حبان نے بھی کہہ رکھی ہے۔

امام بخاری نے کہا کہ :-

"معاویۃ بن یحییٰ یروی عن الزہری روی عنہ ھقل احادیث مستقیمۃ کانہا من کتاب وروی عنہ عیسیٰ بن یونس واسحاق بن سلیمان احادیث مناکیر کانہا من حفظہ ـــ"

یعنی معاویہ صدفی امام زہری سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ھقل نے احادیث مستقیمہ روایت کی ہیں گویا یہ احادیث معاویہ نے کتاب دیکھ کر بیان کی ہیں اور عیسیٰ بن یونس واسحاق بن سلیمان نے ان سے جو احادیث بیان کی ہیں وہ مناکیر معلوم ہوتی ہیں گویا وہ کتاب دیکھے بغیر زبانی بیان کی گئی ہیں۔ تاریخ کبیر للبخاری ج ۷، ص ۳۳۶ وکتاب الضعفاء للبخاری ص ۳۳ ومیزان الاعتدال ص ۴۸۹ ج ۲ وحاشیہ تذھیب الکمال ص ۴۳ ج ۳۔

امام بخاری کی مذکورہ بالا بات بھی امام ابن حبان و ابن خراش کے ہم معنیٰ ہے اور اسی طرح کی بات امام بخاری کے معاصر امام ابو حاتم محمد بن ادریس رازی نے بھی کہی ہے (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص ۳۸۴ ج ۴ ق ۲ وتہذیب التہذیب ترجمہ معاویہ)

اور یہ بات واضح ہے کہ احادیث صحیحہ و مستقیمہ کا مدار علیہ راوی ثقہ ہوتا ہے۔

امام ابوزرعہ جیسے ناقدِ فن کا ارشاد ہے کہ:۔

احادیثہ کانہا مناکیر (وفی نسخۃ مقلوبۃ) ماحدث بالری والذی حدث بالشام احسن حالاً۔

یعنی رے میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث مناکیر (اور ایک نسخہ کے مطابق مقلوب) معلوم ہوتی ہیں مگر جو احادیث موصوف نے شام میں بیان کی ہیں ان کا بہت اچھا حال ہے (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ص۳۸۴ ج ۴ ق ۲ (تہذیب التہذیب ص۲۱۹ ج ۱۰ وغیرہ)

یعنی کہ امام ابوزرعہ نے بھی عام محدثین کی طرح شام میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث کی تحسین و تصحیح کی ہے۔ اوپر کی نقول میں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ شام میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث کے معتبر ہونے کا ایک سبب یہ ہیکہ موصوف شام میں کتاب دیکھ کر تحدیث کرتے تھے اور بتصریح ابن حبان جن کتابوں کو دیکھ کر معاویہ تحدیث کرتے تھے انہیں وہ خرید کر حاصل کئے ہوئے تھے اور بتصریح ابن خراش معاویہ کی حاصل کردہ کتابیں امام شعیب بن ابی حمزہ حمصی شامی کاتب زہری کی لکھی ہوئی تھیں امام زہری کے

کاتب مذکور یعنی امام شعیب بن ابی حمزہ حمصی شامی متوفی ۱۶۲ھ یا ۱۶۳ھ
پختہ کار ثقہ راوی کاتب ہیں اور بقول ابن معین " مِنْ اَثبتِ
النَّاسِ فِی الزہری " ہیں (تقریب التہذیب و عام کتب
رجال) یعنی امام زہری کی احادیث نقل کرنے میں پختہ ترین ثقہ
رواۃ میں سے ہیں۔

محمد بن عیسیٰ بن سمیع متوفی ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ نے
کہا کہ " رأیتُ معاویۃ بن یحییٰ الصدفی عند
سعید بن عبد العزیز وھُوَ یقولُ ابتعت دفتراً من
جلود فیہ احادیث الزہری بہ من الحسن
وجودۃ الکتاب یعلم انہ صحیح ـــــــ "

یعنی میں نے معاویہ کو امام سعید بن عبد العزیز کے پاس
یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک چرمی کتاب خریدی جس میں
احادیث زہری لکھی تھیں۔ اس کتاب کے حسن اور خوشخطی سے
معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کتاب صحیح ہے۔

(المجروحین لابن حبان ص۳۰ ج ۸)

امام زکریا بن یحییٰ ساجی نے کہا کہ:-
وکان اشتری کتاباً للزہری من السوق فروی عن

الزھری "۔ یعنی معاویہ بازار سے امام زھری کی کتاب خرید کراس کی روایت کرتے تھے (تہذیب التہذیب ص۲۲۰ ج ۱۰)

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ امام زھری کی جو کتاب معاویہ نے خریدی تھی اور اس کی موصوف تحدیث کرتے تھے وہ کاتب زھری امام شعیب بن ابی حمزہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ :-

" رَایتُ کُتُبَ شُعَیب فَرَاَیتُ کُتبًا مضبوطۃً مُفِیدَۃً "

یعنی میں نے شعیب کی لکھی ہوئی کتابیں دیکھی ہیں یہ کتابیں بہت نظم وضبط کے ساتھ اچھے طریقہ پر لکھی ہوئی تھیں ۔

(تاریخ دمشق لابی زرعہ ص۳۳۴ ج ۱ وتذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب)

حاکم بن نافع نے کہا کہ :-

" قَالَ شعیبُ حینَ وَفَاتِہ ھٰذِہٖ کتبی قد صَحَّحتُھَا فَمَنْ اَرَادَ اَن یَّاخُذَھَا فلیَاخُذھا ومن اَرَادَ ان یعرض فلیعرض وَمَنْ اَرَادَ اَن یَّسْمَعَھَا مِن ابنی فلیسمعھا فقد سمعھا منی ـــ "

یعنی شعیب نے بوقت وفات کہا کہ میں نے اپنی لکھی ہوئی

کتابوں کی تصحیح و اصلاح کردی ہے جس کا جی چاہے انہیں حاصل کرے اور جس کا جی چاہے ان کا تقابل کرے اور جس کا جی چاہے وہ میرے بیٹے سے ان کا سماع کرے کیونکہ میرے بیٹے نے انہیں مجھ سے سن رکھا ہے (تاریخ دمشق لابی زرعہ صلا ج ۱ و تہذیب التہذیب صـ۳۵۲ ج ۱۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام شعیب کی لکھی ہوئی کتابیں بہت قابل اعتماد تھیں ان پر انھوں نے نظر ثانی کر کے ان کی اصلاح و تصحیح بھی کردی تھی اور اجازت عامہ دے رکھی تھی کہ جس کا جی چاہے انھیں حاصل کر کے استفادہ کرے۔ ظاہر ہے کہ اس ثقہ ترین کاتب زھری کی تحریر کردہ احادیثِ زھری کے معتبر ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ امام شعیب کی مرتب کردہ جن احادیث زھری کو معاویہ صدفی کتاب مذکور دیکھ کر روایت کرتے تھے ان احادیثِ زھری کو معاویہ نے امام زھری سے خود بھی سن رکھا تھا اس کی تصریح حافظ ابن حبان کے بیان میں موجود ہے نیز کتاب میں لکھی ہوئی جن احادیث کو آدمی اپنے استاذ سے سنے بغیر روایت کرے وہ کتب مصطلح حدیث کے مطابق منقطع السند ہوتی ہے، ان پر مستقیم و معتبر ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا

اور ہم دیکھتے ہیں کہ امام زھری نیز دوسرے اساتذہ سے کتاب دیکھ کر معاویہ کی نقل کردہ احادیث پر ائمۂ فن نے مستقیم و معتبر ہونے کا حکم لگایا ہے جو اس بات کی دلیل صریح ہے کہ کتاب میں لکھی ہوئی ان احادیث کو موصوف معاویہ نے اپنے اساتذہ سے سن رکھا تھا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شام میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث خصوصاً احادیث زھری معتبر ہیں۔

اب ہم کو دیکھنا ہے کہ حدیث مذکور معاویہ نے شام میں بیان کی تھی یا شام سے جانے کے بعد "رے" میں؟

ہم دیکھتے ہیں کہ معاویہ سے حدیث مذکور ان کے شاگرد محمد بن شعیب بن شابور مولود ۱۱۶ھ و متوفی ۲۰۰ھ شام کے باشندے تھے ان کا وطن شام کا دارالسلطنت دمشق تھا اور بعد میں موصوف بیروت رہنے لگے تھے جو اس زمانہ میں شام کا ہی جزو تھا۔ موصوف محمد بن شعیب ثقہ ترین رواۃ میں سے ہیں۔ صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں ان کی احادیث ہیں موصوف کتب حدیث کے مصنف بھی ہیں۔

(تہذیب التہذیب اور عام کتب رجال)

لہذا امام زھری سے معاویہ کی نقل کردہ زیر نظر حدیث کو معتبر

و صحیح ماننا چاہیے اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاویہ پر علماء جرح و تعدیل کے جو کلمات تجریح وارد ہوئے ہیں انہیں موصوف کی اس زندگی سے متعلق ماننا چاہیے جبکہ موصوف کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اس طرح موصوف کی بابت وارد شدہ کلمات تجریح کے صحیح موقع و محل کی تعیین بھی ہو جاتی ہے یعنی کہ ان کلماتِ تجریح کا تعلق موصوف کی ان احادیث سے نہیں ہے جن کو انھوں نے شام میں "رے" جانے سے پہلے بیان کیا تھا اس طرح موصوف معاویہ کی بابت ثابت شدہ توثیق اور وارد شدہ کلمات تجریح کے مابین تطبیق کی بہترین صورت بھی نکل آتی ہے۔ معاویہ پر وارد شدہ بعض کلمات تجریح بہت سخت ہیں جن کا محل ہماری پیش کردہ تفصیل کے مطابق موصوف کی رازی زندگی سے ہے مگر اس زندگی سے متعلق تجریح میں بھی امام بخاری اور ان جیسے ائمہ جرح و تعدیل نے سخت کلمات استعمال نہیں کیے ہیں۔ امام بخاری کا یہ قول موصوف معاویہ کے بارے میں گذرا کہ :۔

"روی عنہ عیسی بن یونس و اسحاق بن سلیمان احادیث مناکیر کانہا من حفظہ"

جس کا حاصل یہ ہے کہ "رے" میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث

منکر معلوم ہوتی ہیں اور کتب مصطلح حدیث میں تصریح ہے کہ جس راوی کی بابت اس طرح کا کلمہ تجریح استعمال کیا گیا ہو وہ کلی طور پر ساقط الاعتبار نہیں بلکہ متابع و شاہد بننے کے لائق ہوتا ہے ہم نقل کر آئے ہیں کہ ترے ہیں معاویہ کی بیان کردہ احادیث کے متعلق امام بخاری ہی جیسی بات امام ابو حاتم محمد بن ادریس نے بھی کہی ہے نیز اس پر ابو حاتم نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ: وَهُو ضعيف الحديث في حديثه انكار ــــ"

(الجرح والتعديل ص۳۸۴ ج ۴ ق ۱)

اور اس طرح کا کلمہ تجریح بھی جس راوی کی بابت وارد ہو وہ کلی طور پر ساقط الاعتبار نہیں ہوتا بلکہ متابع اور شاہد بن سکتا ہے اسی طرح امام ابو زرعہ رازی نے معاویہ کی بابت کہا ہے کہ "لیس بقوي احاديثه كانها مناكير ــــــ"

اور یہ کلمہ بھی کلی طور پر ساقط الاعتبار قرار دینے کے لئے نہیں استعمال ہوتا۔ امام ابو بکر البزار نے موصوف کی بابت "لين الحديث" کا کلمہ استعمال کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب) ظاہر ہے کہ یہ کلمہ موصوف کی رازی زندگی سے متعلق ہے، شامی ہے نہیں ہے۔ اور یہ کلمہ بھی کلی طور پر ساقط قرار دینے کے لئے

استعمال نہیں ہوتا بلکہ تقریباً اس معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے
جس معنیٰ میں " روی مناکیر " - " ضعیف الحدیث "
" فی حدیثہ انکارٌ " " لیس بقوی " " احادیثہ کانہا
مناکیر " کے کلمات مستعمل ہوتے ہیں ۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ ماہرینِ فن میں سے متعدد
اہلِ علم نے " رے " میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث کی بابت
بھی جرح خفیف ہی کی ہے پھر تو " رے " سے پہلے شام میں
موصوف کی روایت کردہ احادیث پر ان حضرات کو اور بھی کسی
قسم کا کلام نہیں ہوسکتا لیکن ان حضرات کے بالمقابل معاویہ پر
بعض اہلِ علم نے سخت تجریح کی ہے مثلاً ابن معین نے " ھالك
لیس بشیٔ " کہا جورجانی نے " ذاھب الحدیث "
کہا۔ امام نسائیؒ نے لیس بثقۃ لیس بشیٔ کہا ۔ ساجی نے
ضعیف الحدیث جداً کہا۔ (میزان الاعتدال و تہذیب
التہذیب) یہ سارے کلمات سخت تجریح والے کلمات ہیں جن کا محل
ہماری پیش کردہ تفصیل کے مطابق رے میں معاویہ کی تحدیث
ہے لیکن چونکہ یہ کلمات جرح قادح ہیں اور جرح ، تعدیل پر مقدم ہوتی
ہے اس لئے ہم بھی رے میں معاویہ کی بیان کردہ احادیث کو

ساقط الاعتبار قرار دیتے ہیں لیکن شام میں موصوف کی بیان کردہ احادیث خصوصاً امام زھری سے روایت کردہ احادیث معتبر و صحیح ہیں۔ لہذا زیر نظر حدیث معتبر و صحیح ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے لئے دوسری اسانید بھی ہیں جو اس کی تائید کرتی ہیں اور اس کی قوت و استحکام کو بڑھاتی ہیں۔ اس کے باوجود تعجب ہے کہ امام ابو حاتم رازی نے کیوں اس حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے؟ اور بعض دوسروں نے اس پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا ہے۔؟ پھر جن لوگوں نے معاویہ والی حدیث پر موضوع یا معلول ہونے کا حکم لگایا ہے وہ حکم اسی سند کی بابت ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری اسانید سے مروی شدہ یہ حدیث ساقط ہے۔ امام زھری سے مروی شدہ اس حدیث کے معتبر ہونے کا ایک واضح قرینہ یہ بھی ہے کہ امام زھری اس حدیث کے مطابق یہ فتویٰ بھی دیتے تھے کہ:۔ "لا باس ان یضحی ایام التشریق" یعنی اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایام تشریق میں قربانی کی جائے۔

(المحلی لابن حزم صـ ۴۵ ج ۸)

مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ حدیث مذکور کے مطابق امام زھری کا فتویٰ اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ امام زھری کے

نزدیک یہ حدیث مرفوع معتبر تھی اور ان سے مروی شدہ یہ حدیث مرفوع موصوف سے صحیح طور پر مروی ہے جس کو امام زھری سے ان کے شاگرد معاویہ صدفی نے سن کر اور ان کی کتاب میں دیکھ کر روایت کیا ہے۔ ہم اشارہ کر آئے ہیں کہ طریق معاویہ کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے طرق واسانید بھی ہیں اب ہم ان کا تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کرام کو زیادہ سے زیادہ اطمینان ہو سکے۔ معاویہ سے بہت پہلے فوت ہونے والے ایک تابعی سلیمان بن موسیٰ دمشقی اشدقی متوفی ۱۱۵ھ یا ۱۱۹ھ امام زھری سے بھی بہت پہلے فوت ہوئے تھے اور امام زھری سے پہلے فوت ہونے کے باوجود موصوف سلیمان امام زھری کے تلامذۂ حدیث میں سے تھے۔ اور بقول ابن معین "ثقۃ فی الزھری" تھے یعنی کہ امام زھری سے نقل روایت میں سلیمان بن موسیٰ ثقہ تھے انہیں سلیمان نے حدیث مذکور ایک دوسرے صحابی حضرت جبیر بن مطعم سے روایت کی ہے، سلیمان اگرچہ تابعی تھے مگر حضرت جبیر سے ان کا لقاء و سماع نہیں ہے اس لئے حضرت جبیر و سلیمان کے مابین کم از کم ایک واسطہ سے دونوں کے مابین والی سند متصل ہو گی ورنہ مرسل رہے گی، چنانچہ سلیمان نے حدیث مذکور حضرت جبیر سے

دونوں طریقے پر روایت کی ہے۔ یعنی مرسلاً بھی اور متصلاً بھی۔
بلفظ دیگر موصوف سلیمان حضرت جبیر سے حدیث مذکورہ روایت کرتے
وقت کبھی کبھی اپنے اور جبیر کے درمیان والے واسطے کے راوی
کا ذکر نہیں کرتے تھے دریں صورت یہ حدیث مرسل ہوئی۔ مگر
بعض دوسرے اوقات اِسے بیان کرتے وقت درمیانی راوی کا
ذکر کر دیتے تھے جس کے سبب سند متصل ہو جاتی تھی۔ یہ طرزِ عمل
متعدد تابعین نے اختیار کر رکھا تھا ایسی صورت میں حدیث کی
سند متصل مانی جاتی ہے، اور درمیانی راوی اگر ثقہ ہے تو یہ سند
صحیح اور معتبر بھی مانی جاتی ہے۔ صحیح البخاری کتاب الحج
باب قولِ اللّٰہِ تعالیٰ وَتزوَّدُوا فَاِنَّ خیرَالزَّادِ التَّقویٰ[۱]
میں منقول ہے کہ مشہور تابعی عمرو بن دینار نے ایک حدیث
حضرت ابن عباس سے بواسطہ عکرمہ متصلاً روایت کی ہے مگر
کبھی کبھی موصوف اس کو مرسلاً روایت کر ڈالتے تھے اور ابن
عباس کا واسطہ ترک کر دیتے تھے یعنی کہ حدیث مذکورہ مرسل اور
متصل دونوں طرح کی سندوں سے مروی ہے مگر تمام اہل علم
کا اتفاق ہے کہ اس حدیث کا متصل ہونا صحیح ہے موصوف
سلیمان نے حدیث مذکور کو متصل طور پر اپنے ایک سے زیادہ اساتذہ

سے بیان کیا ہے جس کی تفصیل آرہی ہے

چار دن قربانی کی مشروعیّت پر

دلالت کرنے والی دوسری حدیث

ہم پہلے سلیمان کی روایت کردہ مرسل سند والی حدیث کا ذکر کر رہے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رح نے فرمایا کہ!۔

"حدثنا ابو المغیرۃ وابو الیمان حدثنا سعید بن عبد العزیز حدثنی سلیمان بن ابی موسیٰ عن جبیر بن مطعم عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال کل عرفات موقف وارفعوا عن عرفۃ وکل مزدلفۃ موقف وارفعوا عن محسر وکل فجاج منی منحر وکل ایام التشریق ذبح"

اس کا حاصل معنیٰ یہ ہے کہ قربانی کے جانور تمام ایام تشریق میں یعنی دسویں ذی الحجہ کے ساتھ گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ کو بھی ذبح کیے جا سکتے ہیں۔ (مسند احمد

صـ ۸۲ ج ۴، مسند احمد مع فتح الربانی صـ ۹۰ ج ۱۳ وصـ ۹۵ وصـ ۱۲۲ ج ۱۱،
وسنن بیہقی صـ ۲۹۵، ۲۹۶ ج ۹، معجم الاوسط للطبرانی کما فی مجمع
الزوائد صـ ۲۵۱ ج ۳)

مذکورہ بالا حدیث جس سند سے مروی ہے اس کے تمام رواۃ کو
علماء جرح وتعدیل نے ثقہ اور معتبر کہا ہے نیز علامہ ناصر الدین البانی نے
بھی صحیح قرار دیا ہے (صحیح الجامع الصغیر للالبانی ج ۴ صـ ۱۲۶ ع ۴۴۱۳
نیز ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان ج ۶ صـ ۶۲ ع ۳۸۴۳ ومعجم کبیر للطبرانی ع ۱۵۸۳ ومسند احمد
ج ۴ صـ ۸۲ وقال فی مجمع الزوائد ج ۳ / ۲۵۱ رجالہ موثقون) مگر جیسا کہ ہم نے
کہا ہے کہ یہ سند مرسل ہے یہ معلوم ہے کہ امام ابوحنیفہ اور عام احناف ومالکیہ کے نزدیک
حدیث مرسل حجت وقابل عمل ہے اور امام شافعی کے نزدیک اور محدثین کے یہاں بعض
شرائط کی موجودگی میں مرسل حجت ہوتی ہے اور یہ طے شدہ بات ہے کہ قبول
مرسل کے لئے اُن حضرات کے یہاں جن شرائط کا پایا جانا ضروری
ہے وہ اس حدیث کے لئے موجود ہیں جیسا کہ تفصیل آرہی ہے
بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث مذکور دوسری معتبر متصل سندوں
کے ساتھ مروی ہے جن میں سے سلیمان بن موسیٰ کے استاذ
امام زہری سے مروی شدہ متصل سند والی اس معتبر حدیث
کا ذکر ہم کرچکے ہیں جس کو امام زہری سے ان کے دوسرے شاگرد
معاویہ بن یحییٰ صدفی نے روایت کیا ہے سلیمان بن موسیٰ کی روایت کردہ مندرجہ بالا حدیث

کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والے صحابی حضرت جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قریشی نوفلی مشاہیر صحابہ میں سے ہیں جو امیر معاویہ کے دور خلافت میں ۶۰ھ سے پہلے فوت ہوئے۔ بقول طبرانی وابن حبان وغیرہ موصوف جبیر ۵۹ھ میں فوت ہوئے۔ (معجم کبیر للطبرانی ص۱۱۲ ج ۲، ثقات لابن حبان ص۵۰ ج ۳ وغیرہ)

بعض اقوال میں ۵۸ھ یا ۵۶ھ / ۵۴ھ کو بھی موصوف کا سالِ وفات کہا گیا ہے (اصابہ ص۲۲۶ ج ۱ واستیعاب ص۲۳۱ ج ۱ اور اسد الغابہ وغیرہ)

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اپنی تحقیق کے مطابق اعدل الاقوال لکھنے کا التزام کیا ہے (مقدمہ تقریب التہذیب) اس میں حافظ موصوف نے حضرت جبیر کا سالِ وفات ۵۹ھ / ۵۸ھ لکھا ہے ہم بھی اسی کو راجح جانتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ حضرت جبیر سے حدیث مذکور کے ناقل سلیمان بن موسیٰ اشدق متوفی ۱۱۵ھ یا ۱۱۹ھ کا لقاء وسماع حضرت جبیر سے نہ ہونے کے سبب زیر نظر حدیث کی سند مرسل ہے۔

سلیمان بن موسیٰ اشدق کی توثیق

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ علماء جرح وتعدیل نے سلیمان بن موسیٰ کی توثیق کی ہے اپنی صحیح کے مقدمہ میں امام مسلم نے سلیمان کی روایت نقل کی ہے اور اسے حجت بنایا ہے (مقدمہ صحیح مسلم ص۱۱ ج ۱۔ اور یہ معلوم ہے کہ جس راوی کی روایت کو امام مسلم صحیح کہہ کر حجت بنائیں وہ ثقہ ہے سنن اربعہ اور دوسری کتب حدیث میں سلیمان بن موسیٰ کی بہت ساری روایات موجود ہیں امام دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا کہ: ھو من الثقات اثنیٰ علیہ عطاءؒ والزھری" یعنی موصوف سلیمان ثقہ ہیں ان کے اساتذہ امام عطاء بن ابی رباح اور امام زھری نے ان کی تعریف اور توصیف کی ہے (تہذیب التہذیب)

امام ابن سعدؒ نے کہا کہ :-

"وکان ثقۃ اثنیٰ علیہ ابن جریج وقال معتمر بن سلیمان عن برد وقال کانوا یجتمعون علی عطاء

فی المواسم وکان سلیمان هو الذی یسأل لهم»
یعنی سلیمان ثقہ تھے امام ابن جریج (عبدالملک بن عبدالعزیز
بن جریج متوفی ۱۵۰ھ) ان کی مدح وتعریف کرتے تھے اور موسم حج
میں عطاء سے وہی سوالات کرتے تھے (طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۷ وعام کتب رجال)

امام یحییٰ بن معین نے کہا کہ :-
«سلیمان ثقۃ وحدیثہ صحیح عندنا -» یعنی
سلیمان ثقہ ہیں اور ان کی روایت کردہ احادیث ہمارے نزدیک
صحیح ہیں۔» (تہذیب التہذیب ص ۲۲۷ ج ۴ نیز ملاحظہ ہو ثقات
لابن حبان ص ۳۸۰ ج ۶)

امام دحیم عبدالرحمان بن ابراہیم دمشقی اور دوسرے
عام اہل علم نے موصوف کی مطلقاً توثیق کی ہے -

حافظ ابن عدی نے کہا :- «سلیمان بن موسیٰ
فقیہ راوٍ حدث عنہ الثقات وَھُوَ احد علماء
الشام وقد روی احادیث ینفرد بھا لایرویھا غیرہ
وھو عندی ثبت صدوق» (عام کتب رجال)

یعنی سلیمان فقیہ راوی حدیث اور علماء شام میں سے
ہیں ان سے ثقہ رواۃ نے روایت کیا ہے موصوف کچھ احادیث

کی روایت میں منفرد ہیں جن کو ان کے علاوہ کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا، البتہ موصوف کو " ثبت وصدوق " کہا ہے جو بلند درجے کے کلمات توثیق سے ہے، ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ حافظ ابن عدی کی اس بات کو تجریح سمجھ بیٹھیں کہ سلیمان کچھ احادیث کی روایت میں منفرد تھے، حالانکہ کچھ احادیث کی روایت میں منفرد ہونا کوئی تجریح نہیں ہے۔ بشرطیکہ راوی میں دوسرے وجوہ تجریح نہ ہوں کتنے صحابہ وثقہ کبار تابعین کچھ احادیث کی روایت میں منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں مروی شدہ سب سے پہلی حدیث کی نقل میں حضرت عمر بن خطاب صحابی منفرد ہیں اور ان سے اس حدیث کے راوی بھی منفرد ہیں مگر اس کے رواۃ کو کوئی مجروح نہیں کہتا۔

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں سلیمان کی روایت کردہ حدیث کے جملہ رواۃ کو متعدد مقامات پر ثقات کہا ہے جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ علامہ ہیثمی سلیمان کو مطلقاً ثقہ کہتے تھے، اس طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری باب الاضاحی ص۸ ج ۱۰ میں سلیمان کی روایت کردہ زیر نظر حدیث کے تمام رواۃ کو ثقہ کہا ہے۔ تقریب التہذیب میں بھی موصوف سلیمان کو حافظ نے " صدوق " کہا ہے

البتہ یہ کہا ہے کہ موت سے کچھ پہلے موصوف ذرا سا مخلوط ہو گئے تھے۔ لیکن یہ بات دراصل اختلاط سے پہلے کی حدیث کے لئے کوئی اثر نہیں رکھتی اور ذرا اختلاط جرح قادح نہیں۔ موصوف حافظ ابن حجر کی کتاب "درایہ" اصل نصب الرایہ" کی تلخیص ہے، اس میں حدیث مذکور پر جو کلام موجود ہے وہ حافظ ابن حجر کا نہیں بلکہ کلام نصب الرایہ کی تلخیص ہے، سلیمان کی ثابت شدہ توثیق کے بالمقابل بعض کلمات جرح وارد ہوئے ہیں جو مبہم یا غیر ثابت وغیر قادح ہونے کے سبب کالعدم ہیں اس سلسلے میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

امام ابو حاتم نے کہا کہ :- "محلہ الصدق وفی حدیثہ بعض الاضطراب ولا اعلم احدا من اصحاب مکحول افقہ منہ ولا اثبت منہ" یعنی سلیمان صدوق ہیں ان کی حدیث میں بعض اضطراب ہے اور اصحاب مکحول میں مجھے ان سے زیادہ فقیہ اور ثبت رواۃ معلوم نہیں (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ترجمہ سلیمان د تہذیب)

امام ابو حاتم نے سلیمان کو ثبت کہا ہے جو بلند ترین کلماتِ توثیق سے ہے البتہ یہ کہا کہ ان کی حدیث میں بعض اضطراب

ہے تو بعض اضطراب کا پایا جانا جرح قادح نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب مصطلح حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ

"احد الفقہاء ولیس بالقوی فی الحدیث فی حدیثہ شی" یعنی موصوف سلیمان ایک فقیہ تھے اور حدیث میں قوی نہیں ان کی حدیث میں شئ ہے"۔ (کتاب الضعفاء للنسائیؒ صـ۱۴ وعام کتب رجال)

امام نسائیؒ کا مندرجہ بالا قول سلیمان کی ثابت شدہ توثیق کے بالمقابل جرح مبہم و مجمل کی حیثیت رکھتا ہے اور ایسی صورت میں جرح مبہم و مجمل کالعدم و غیر قادح و غیر موثر ہوتی ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ:-

"قال ابن جریج کان سلیمان یثنی علیہ قال البخاری عندہ مناکیر"۔ یعنی ابن جریج نے کہا کہ موصوف سلیمان کی مدح وثناء کی جاتی ہے البتہ امام بخاری کہتے ہیں کہ موصوف کی روایت کردہ کچھ احادیث منکر ہیں۔" (کتاب الضعفاء للبخاری صـ۱۶ نیز تاریخ صغیر للبخاری صـ۱۳۹)

"وقال ابن جریج کان سلیمان یفتی فی المعضل وعنده

مناکیر — "۔ یعنی ابن جریج نے کہا کہ سلیمان موصوف مسائل مشکلہ اور پیچیدہ کو حل کر کے فتویٰ دیا کرتے تھے ان کی روایت کردہ کچھ منکر احادیث بھی ہیں (تاریخ کبیر للبخاری ص۳۸ ع۳۹۹ ج ۴ ق ۲)

کچھ منکر روایات تو بڑے پایہ کے بعض ان ثقہ محدثین کی بھی ہیں جو صحیحین کے متفق علیہ رواۃ ہیں صرف اتنی سی بات جبکہ راوی کی توثیق ثابت ہو جرح قادح نہیں نیز بعض اوقات ان روایات کو منکر کہہ دیا جاتا ہے جن کی روایت میں ثقہ راوی منفرد ہو اور ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ چیز سرے سے کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

امام بخاری کے استاذ امام ابن المدینی نے کہا کہ:

"وکان خولط قبل موته بیسیر"۔ یعنی موصوف اپنی وفات سے ذرا پہلے اختلاط کے شکار ہو گئے تھے (عام کتب رجال)

یہ معلوم ہے کہ صحیحین کے متعدد متفق علیہ رواۃ موت سے پہلے ذرا سا نہیں بلکہ زیادہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے اور تھوڑے سے اختلاط کا تو معاملہ اور بھی خفیف ہے یہ درحقیقت کوئی جرح قادح نہیں البتہ اختلاط کے شکار رواۃ کی بعد اختلاط روایات معتبر نہیں جبکہ وہ پوری طرح مختلط ہوں اور خفیف اختلاط کی صورت

ہیں اختلاط کے بعد والی ان کی روایت بھی متابع و شاہد ملنے پر مقبول و معتبر ہوا کرتی ہیں، جیسا کہ اصول کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے ـ

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ:

" وھذہ الغرائب التی تستنکر لہ یجوز ان یکون حفظھا "، یعنی جن غریب احادیث (یعنی جن کی روایت میں موصوف منفرد ہیں) کو منکر سمجھا جاتا ہے، ان کو ممکن و جائز ہے کہ موصوف نے اچھی طرح محفوظ رکھا ہو۔ (میزان الاعتدال ج ۱ صـ ۱۸۳) ـ

ہمارے نزدیک حافظ ذہبی کا مذکورہ قول قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے اور موصوف کی جن روایت کو منکر سمجھا جاتا ہے وہ دراصل ایسی غریب روایات ہیں جن کی روایت میں موصوف منفرد ہیں اور یہ بالکل ممکن ہے کہ موصوف انھیں اچھی طرح محفوظ رکھے ہوئے ہوں دوسروں کو یہ روایات یاد نہیں اس لئے وہ انہیں بیان نہیں کرتے تھے مثلاً موصوف کی روایت کردہ حدیث " لَا نِکاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ " کو کچھ لوگوں میں منکر سمجھا جاتا ہے لیکن فن حدیث کے مشہور ماہر و ناقد ابن معین فرماتے

ہیں کہ ،، لا یصح فی ھذا الشی ء الا حدیث سلیمان ابن موسیٰ ـــ ،، یعنی اس سلسلے کی صرف وہ حدیث صحیح ہے جس کو سلیمان موصوف نے روایت کر رکھا ہے (میزان الاعتدال صفحہ ۳۸ ج ۱) اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ موصوف کی جن بعض احادیث کو لوگ منکر سمجھتے ہیں وہ ماہرین فن کے نزدیک صحیح و معتبر ہیں وقس علی ھذا ۔

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اعدل الاقوال لکھنے کا التزام کیا ہے وہ موصوف سلیمان کی بابت تقریب میں لکھتے ہیں کہ :، صدوق فقیہ فی حدیثہ بعض لین وخولط قبل موتہ بقلیل ،، یعنی موصوف صدوق و فقیہ ہیں ان کی روایت کردہ حدیث میں ذرا سی نرمی ہے اپنی موت سے ذرا پہلے مختلط ہو گئے تھے

امام ابو حنیفہ پر بہت سے ائمہ جرح و تعدیل نے صرف جرح مبہم ہی نہیں بلکہ جرح مفسر و مفصل بھی کی ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب ،، اللمحات ،، میں موجود ہے اس کا جواب عام احناف کی طرف یہ دیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ فقیہ وقت اور امام متبوع ہیں اس لئے ان پر کوئی جرح اثر انداز نہیں ہو سکتی

مگر سلیمان موصوف کی کسی نے تجریح مفسر نہیں کی ہے اور طبقات الفقہاء للشیرازی میں انھیں فقیہ شام اور مکحول کا جانشین کہا گیا ہے پھر ان پر جرح مبہم کیوں اثر انداز ہو سکتی ہے ؟۔ حافظ البزار نے کہا کہ ہم نے سلیمان کی روایت کردہ حدیث مذکور کی علت بیان کر دی ہے مگر موصوف نے سلیمان پر کوئی کلام نہیں کیا ہے س کا مطلب یہ ہے کہ حافظ البزار کے نزدیک سلیمان کا ثقہ ہونا مسلّم و معروف ہے حافظ البزار[۳] کے بیان پر آگے بحث آرہی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل کا حاصل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ موصوف سلیمان مطلقاً ثقہ و معتبر ہیں البتہ چونکہ موصوف پر ذرا سا اختلاط و اضطراب کا کلام ہے اس لئے مظان خطاء میں موصوف کی جن روایات میں وقوع خطاء کا ثبوت موجود ہے وہ صرف شاہد و متابع ملنے کی صورت میں حجت و صحیح مانی جائیں گی ورنہ موصوف کی روایت کردہ عام احادیث پر صحیح یا کم از کم حسن و معتبر ہونے کا حکم لگایا جائے گا جو قابل قبول اور لائق عمل ہوا کرتی ہیں اس سے قطع نظر سلیمان موصوف کی معنوی متابعت موجود ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ابن الترکمانی نے کہا کہ :۔ "سلیمان متکلم فیہ ہیں اور

اس حدیث میں موصوف زیادہ اضطراب کے شکار ہوئے ہیں جس کو صاحب الاستذکار اور بعض کو بیہقی نے بیان کیا ہے،، (الجوہر النقی مع سنن بیہقی ص۲۹۶ ج ۹)

ہم کہتے ہیں کہ جہاں تک سلیمان کے متکلم فیہ ہونے کی بات ہے یعنی کہ: ان پر کلام کیا گیا ہے ۔ اس کی حقیقت مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے اور دعویٰ اضطراب ساقط ہے سلیمان کے بیان میں کوئی اضطراب اس روایت کے اندر نظر نہیں آتا البتہ سلیمان موصوف نے حدیث مذکور کو مسند احمد والی زیر نظر سند کے مطابق اگرچہ مرسلاً بیان کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سلیمان موصوف نے حدیث مذکور کو کم از کم اپنے تین اساتذۂ حدیث سے روایت کیا ہے ۔ ... عبدالرحمن بن ابی حسین ، نافع بن جبیر بن مطعم ، اور عمرو بن دینار سلیمان کے یہ تینوں اساتذہ معتبر اور ثقہ رواۃِ حدیث ہیں ۔ اور تینوں کے تینوں کبار یا اوساط طبقہ کے تابعین ہیں اور یہ معلوم ہے کہ ایک راوی ایک ہی حدیث کو بسا اوقات اپنے متعدد اساتذہ سے سنتا ، سیکھتا پڑھتا ہے پھر ان اساتذہ کے حوالے سے اسے دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے بیان حدیث کے وقت کبھی کسی استاذ کا نام لیتا ہے

کبھی کسی دوسرے کا کبھی تیسرے کا یہ چیز دراصل اضطراب نہیں ہے چند اشخاص سے سماع کردہ حدیث کو کبھی کسی کے حوالے سے بیان کرنا اور کبھی دوسرے، تیسرے کے حوالے سے ہرگز اضطراب نہیں کہلاتا۔ یہ طریق تحدیث بہت سارے متفق علیہ ثقہ محدثین کے یہاں پایا جاتا ہے اسی طرح بہت سارے محدثین بعض اوقات کسی حدیث کو روایت کے وقت اپنے ان اساتذہ کا نام حذف کر دیتے ہیں جن سے وہ حدیث مذکور کو سنے ہوتے ہیں اس صورت میں روایت کو مرسل یا منقطع کہا جاتا ہے اور اس طرح کی مروی شدہ حدیث مرسل یا منقطع ہوتی ہے مسند احمد میں مروی شدہ سلیمان والی زیر نظر حدیث کا یہی حال ہے کہ انھوں نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے یعنی کہ انھوں نے اپنے جس استاذ یا ایک سے زیادہ اساتذہ سے سنا ہے ان کے نام حذف کر دیئے ہیں ایک ثقہ راوی اگر اپنی کسی حدیث کو کبھی ارسال وانقطاع کے ساتھ اور کبھی اتصال واسناد کے ساتھ بیان کرتا، نیز کبھی اس حدیث کو بیان کرتے وقت اپنے اساتذہ میں سے ایک کا نام لیتا ہے کبھی دوسرے، تیسرے کا اور اس کو اس طرز عمل میں شک وتردد وتضاد نہیں لاحق ہوتا ہے

SAIFUL ISLAM LIBRARY

تو اس طرزِ عمل کو اضطراب نہیں کہا جاتا اس بات کی تفصیل عام کتب مصطلح حدیث میں دیکھی جا سکتی ہے پھر ایک ثقہ راوی اگر کسی حدیث کو ایک مرتبہ مرسلاً بیان کرتا ہے اور دوسری مرتبہ اسی حدیث کو متصلاً بیان کرتا ہے تو اصولِ حدیث کے مطابق اسے متصل مانا جاتا ہے اور متصل سند کے رواۃ اگر ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے تو وہ حدیث معتبر و حجت ہے اس میں شک نہیں ہے کہ سلیمان کی متصلاً بیان کردہ اس حدیث کے رواۃ بھی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے اس لئے حجت ہے۔ (کما سیاتی)

ہم اس حدیث کے خلاف موقف رکھنے والوں کے مزید اطمینان کے لئے سلیمان موصوف کے متابع اور اس حدیث کی متصل سند کا ذکر عنقریب کرنے والے ہیں۔

اس وقت ہم ناظرینِ کرام پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مسند احمد کی زیرِ نظر حدیث کو سلیمان سے روایت کرنے والے امام سعید بن عبد العزیز بن ابی یحییٰ ابو محمد تنوخی دمشقی مولود ۹۰ھ و متوفی ۱۶۷ھ بھی معروف و مسلم ثقہ ہیں صحیح مسلم و سنن اربعہ وغیرہ کے رواۃ میں سے ہیں (رجال الصحیحین ص ۱۷۵ ج ۱ و تہذیب

التہذیب وعام کتب رجال) اس لئے موصوف کے سلسلے میں زیادہ تفصیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

امام سعید بن عبد العزیز سے حدیث مذکور کو نقل کرنے والے مسند احمد کی سند کے مطابق دو حضرات ابو المغیرہ عبد القدوس بن الحجاج الخولانی الحمصی المتوفی سنہ ۲۱۲ھ اور ابو الیمان الحکم بن نافع الحمصی البصری المتوفی سنہ ۲۲۲ھ ہیں۔ دونوں کے دونوں صحیحین کے رواۃ ہیں۔ (رجال الصحیحین و تہذیب التہذیب وعام کتب رجال) اس لئے ان کے سلسلے میں بھی زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ حدیث مذکور کی سند کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں مگر اس کے باوجود یہ سند مرسل ہے۔ مرسل حدیث اگرچہ احناف و مالکیہ کے نزدیک حجت ہے اور دوسروں کے یہاں بعض شرائط کے ساتھ حجت ہے لیکن اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث متصل سند کے ساتھ بھی مروی ہے چنانچہ مسند احمد کی شرح الفتح الربانی میں صراحت کی گئی ہے کہ :۔

"ویجاب عنہ بان ابن حبان وصلہ وذکرہ

فی صحیحہ کما سلف واوردہ الھیثمی عن جبیر بن مطعم مرفوعًا کل ایام التشریق ذبح وقال رواہ احمد وروی الطبرانی فی الاوسط عنہ ایام التشریق کلھا ذبح قال رجال احمد وغیرہ ثقات قلت لو کان فی ھذا الحدیث انقطاع لاشار الیہ الھیثمی

یعنی امام ابن حبان نے حدیث مذکور کو اپنی صحیح میں متصل سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور امام ھیثمی نے اسے جبیر بن مطعم سے نقل کر کے کہا ہے کہ اسے امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد و طبرانی کی سند کے رجال ثقہ ہیں یہ حدیث اگر منقطع ہوتی تو امام ھیثمی اس کی طرف ضرور اشارہ کرتے ۔

(الفتح الربانی مختصراً ص ۹۴/۹۵ ج ۱۳ نیل الاوطار کتاب الاضاحی)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام ابن حبان اور طبرانی نے معجم اوسط میں اسے متصل سند سے نقل کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ بھی ہیں ۔ پھر تو یہ حدیث صحیح ہوئی ۔

SAIFUL ISLAM LIBRARY
DARA NAGAR ... BANARASI

چار دن قربانی کی مشروعیت پر دلالت کرنیوالی تیسری حدیث

امام طبرانی کی معجم اوسط تک ہماری رسائی نہیں ہو سکی مگر صحیح ابن حبان میں یہ حدیث اس طرح حافظ ابن حبان نے نقل کی ہے :-

اخبرنا احمد بن الحسین بن عبد الجبار الصوفی ببغداد حدثنا ابو نصر التمار عبد الملک بن عبد العزیز القشیری فی شوال سنة ۲۲۷ھ حدثنا سعید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسیٰ عن عبد الرحمٰن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عرفات موقف وارفعوا عن عرنة وکل مزدلفة موقف وارفعوا عن محسر وکل فجاج منی منحر وکل ایام التشریق ذبح —

یعنی حضرت جبیر بن مطعم صحابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام ایام تشریق میں قربانی کے جانور

ذبح کئے جائیں۔ (ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے موارد الظمآن کتاب الحج باب ماجاء فی الوقوف بعرفۃ والمزدلفۃ ص ۲۴۹ والسنن للبیہقی ص ۲۹۵ و ص ۲۹۶ ج ۹، کشف الاستار عن زوائد مسند البزار ص ۲۷ ج ۲، مسند البزار کمافی نصب الرایہ ص ۶۱ ج ۳ وکتاب الحج ص ۲۱۲/۲۱۳ ج ۴، وکتاب الاضحیہ وغیرہ)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ سلیمان موصوف نے مذکورہ بالا روایت کے مطابق اپنے اور حضرت جبیر بن مطعم کے درمیان واسطہ والے ایک راوی عبدالرحمان بن ابی حسین کا ذکر کر رکھا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حسین کی توثیق

موصوف عبدالرحمٰن بن ابی حسین الرجراج بن الحارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نوفلی مکی کو حافظ ابن حبان نے ثقہ تابعین میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ:-

عبد الرحمٰن بن ابی حسین والد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی حسین یروی عن جبیر بن

مطعم وروی عنہ سلیمان بن موسیٰ۔"

(ثقات ابن حبان ص۱۰۹ ج ۵

یعنی عبدالرحمٰن بن حسین مشہور راوی و تابعی عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے والد ہیں حضرت جبیر صحابی سے روایت کرتے ہیں اور ان سے سلیمان بن موسیٰ روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن الجوزی نے عبدالرحمٰن موصوف کے باپ ابو حسین کا نام رجراج بتلایا ہے (تلقیح فہوم اہل الاثر ص۲۷۴) الغرض حافظ ابن حبان نے عبدالرحمان بن ابی حسین کو ثقہ کہا ہے اور حافظ ابن حبان کی اس توثیق کے خلاف موصوف عبدالرحمٰن پر کسی قسم کی تجریح منقول نہیں اس لئے موصوف کی حدیث کو حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث مذکور کی سند متصل اور صحیح ہے یعنی عبدالرحمان کا لقاء وسماع حضرت جبیر سے ثابت ہے۔ صحیح ابن حبان کی بابت یہ صراحت ہے کہ!

"فانہ یخرج فی الصحیح ما کان راویہ ثقۃ غیر مدلس سمع من شیخہ وسمع منہ الآخذ منہ ولا یکون ھنالک ارسال ولا انقطاع۔"

یعنی امام ابن حبان اپنی صحیح میں وہ حدیث نقل کرتے ہیں جس کا راوی ثقہ ہو اور اس حدیث کی نقل میں اس نے تدلیس سے کام نہ لیا ہو بلکہ اپنے جس استاذ سے اس حدیث کو وہ روایت کر رہا ہو اس سے راوی مذکور نے وہ حدیث سنی ہو اور اس سے اس حدیث کے روایت کنندہ نے بھی وہ حدیث سنی ہو۔ اس کی سند میں کسی قسم کا ارسال وانقطاع نہ ہو (مقدمہ موارد الظمآن صـ ۱۴)

اس کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ حضرت جبیر صحابی سے حدیث مذکور کو عبد الرحمان بن ابی حسین نے سن کر روایت کی ہے اور موصوف عبد الرحمان ثقہ بھی ہیں نیز اس حدیث کی سند میں کہیں کوئی انقطاع وارسال نہیں ہے۔ ...... علامہ نور الدین ھیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے روایت مذکورہ کی بابت فرمایا کہ "رجالہ موثوقون" اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد صـ ۲۵۱ ج ۳)

اس کا مطلب یہ کہ علامہ ھیثمی کے نزدیک بھی عبد الرحمٰن بن ابی حسین ثقہ ہیں اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے (فتح الباری کتاب الاضاحی) اور اس توثیق

F-102

کے خلاف موصوف عبدالرحمٰن پر کوئی تجریح نہیں کی گئی ہے۔
الغرض عبدالرحمٰن کا ثقہ ہونا ثابت شدہ امر ہے اور ان کی بیان کردہ اس حدیث کا متصل السند ہونا بھی ثابت شدہ امر ہے لیکن اس ثابت شدہ معاملے کے برعکس بعض لوگوں نے جبر اور عبدالرحمٰن کے مابین سند میں انقطاع وارسال کا دعویٰ کر رکھا ہے جس کی تفصیل نصب الرایہ ص ۶۱ ج ۳ و ص ۲۱۲ ج ۴ و جوہر النقی مع سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۹۵/۲۹۶ ج ۹ اور التعلیق المغنی مع سنن دارقطنی ص ۵۴۴ ج ۲ وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہے مگر از روئے تحقیق بعض لوگوں کا یہ دعویٰ انقطاع وارسال قادح نہیں کیونکہ بہت سارے لوگ ثابت شدہ حقائق اور معتبر وقائع سے اختلاف کرنے والے ہمیشہ رہتے ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا مگر رفع شک اور ناظرین کو اطمینان دلانے کے لئے ہم حدیث مذکور کی مندرجہ بالا سند کو غیر متصل کہنے والوں کی باتوں پر نظر ثانی کرنی چاہتے ہیں۔۔۔

ISLAM LIBRARY
NAGAR - VARANASI

روایت ابن ابی حسین میں دعویٰ انقطاع کی تغلیط۔

حافظ ابوبکر احمد بن عمر البزار البصری المتوفی سنہ ۲۹۲ھ نے کہا کہ :- "ابن ابی حسین لم یلق جبیر بن مطعم و انما ذکرنا ھذا الحدیث لانا لا نحفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل ایام التشریق ذبح الا فی ھذا الحدیث فکذلک ذکرناہ وبینا العلۃ فیہ۔"

یعنی عبدالرحمٰن بن ابی حسین کا لقاء جبیر سے نہیں ہوا مطلب یہ ہے کہ دونوں کے مابین سند منقطع ہے اور یہ حدیث ہم نے محض اسلئے ذکر کردی کہ صرف اسی میں ایام تشریق کو ایام قربانی کہا گیا ہے ہم نے اسے جیوں کا تیوں نقل کردیا اور اس میں پائی جانے والی علت بیان کردی۔

(نصب الرایہ ص۶۱ ج ۳ و ص ۲۱۲/۲۱۳ ج ۴)

حافظ البزار کے مذکورہ بالا کلام سے ظاہر ہے کہ اس حدیث کی سند میں ان کے علم کی حد تک صرف یہ علت ہے

کہ جبیر سے عبدالرحمٰن کا لقاء نہ ہونے کے سبب انقطاع ہے یعنی کہ حافظ البزار کے نزدیک عبدالرحمٰن کا ثقہ ہونا تسلیم شدہ امر ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حافظ البزار جبیر سے لقاءِ عبدالرحمٰن نہیں مانتے مگر ان کے برعکس امام ابن حبان اور دوسرے بہت سارے اہل علم دونوں کا لقاء بلکہ دونوں کے مابین سماع مانتے ہیں اور یہ معلوم ہیکہ اس طرح کے معاملات میں اہل تحقیق و اہل اصول کے یہاں مثبت منفی پر مقدم ہے۔

حافظ البزار کے قولِ کی کمزوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نصب الرایہ کے حنفی مصنف علامہ زیلعی نے کہا کہ:

"ورواہ البیھقی فی المعرفۃِ ولم یذکر فیہ انقطاعا۔" یعنی امام بیہقی نے بھی یہ حدیث اس سند سے اپنی کتاب معرفۃ السنن والآثار میں روایت کی ہے مگر انھوں نے اس کے منقطع ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

(نصب الرایہ ص۲۱۳ ج ۴ و تعلیق المغنی)

مصنف نصب الرایہ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ حدیث مذکور کی جس سند کو حافظ البزار منقطع کہہ رہے ہیں اسے امام بیہقی منقطع نہیں کہتے حالانکہ اگر امام بیہقی کی نظر میں یہ سند منقطع

ہوتی تو وہ اس کا ذکر ضرور کرتے جیساکہ انھوں نے مسند احمد والی سند سے اسے نقل کر کے یہ وضاحت کر دی کہ :- ھذا ھو الصحیح وھو مرسل ،، (سنن بیہقی ص ۲۹۵ ج ۹) یعنی ،، اس حدیث کا اس طرح مروی ہونا صحیح ہے اور اس کی سند مرسل ہے ،،

سند مذکور سے مروی شدہ اس حدیث کو مرسل قرار دینے کے بعد امام بیہقی نے اسے صحیح ابن حبان والبزار والی سند سے نقل کیا ہے اور کہا کہ اسے سوید بن عبد العزیز نے بھی روایت کیا جو بعض اہل نقل کے نزدیک ضعیف ہیں (سنن بیہقی ص ۲۹۶ ج ۹)

یہاں بھی امام بیہقی نے صحیح ابن حبان والبزار والی سند کو مرسل نہیں کہا نہ اس کے کسی راوی پر کوئی کلام کیا۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ بیہقی صحیح ابن حبان والی سند کو متصل مانتے اور اس کے سبھی رواۃ کو ثقہ تسلیم کرتے ہیں بلکہ آگے چل کر امام بیہقی نے ایسی بات کہی ہے جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ صحیح ابن حبان والی روایت کو وہ متصل مانتے اور اس کے رواۃ کو ثقہ قرار دیتے ہیں چنانچہ امام بیہقی نے فرمایا کہ :-

،، قال ابو اسحاق المروزی رحمہ اللہ فی الشرح

روی فی بعض الاخبار الاضحیۃ الی راس المحرم فان صح ذالک فالامر یتسع فیہ الی غرۃ المحرم وان لم یصح فالخبر الصحیح ایام منی نحر وعلی ھذا بنی الشافعی مذھبہ قال الشیخ (البیہقی)، فی کلیھما نظر ھذا الارسالہ وما مضی الاختلاف الرواۃ فیہ علی سلیمان بن موسی وحدیث سلیمان اولھما ان یقال بہ ـــ"

یعنی ابو اسحاق مروزی (امام ابراہیم بن احمد المتوفی ۳۴۰ھ نے "شرح المختصر" میں کہا کہ بعض احادیث میں مروی ہے کہ قربانی ختم ذی الحجہ تک ہو سکتی ہے لہذا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو قربانی کا معاملہ ہلال محرم نظر آنے تک وسیع ہے یعنی قربانی محرم کا چاند نظر آنے سے پہلے تک کی جا سکتی ہے لیکن اگر یہ حدیث صحیح نہیں ہے تو یہ حدیث بہرحال صحیح ہے کہ ایام تشریق قربانی کے ایام ہیں اور اسی پر امام شافعی کا عمل ہے۔ امام بیہقی نے کہا کہ امام ابو اسحاق مروزی کی دونوں باتوں پر نظر ہے ہلال محرم نظر آنے تک قربانی کے جواز والی حدیث مرسل ہے اس لئے اس پر نظر ہے اور "ایام تشریق قربانی کے ایام ہیں" والی حدیث

ہیں اس لئے نظر ہے کہ سلیمان کی روایت کی نقل میں سلیمان سے اختلاف مروی ہے، جس کا ذکر گذر چکا ہے لیکن سلیمان والی حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے (سنن بیہقی صـ ۲۹۸ ج ۹)

امام بیہقی کے مذکورہ بالا بیان سے ایک بات معلوم ہوئی کہ امام ابواسحاق ابراہیم بن احمد مروزی متوفی ۳۴۰ھ زیر بحث حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ امام بیہقی ہلال محرم نظر آنے تک قربانی کی مشروعیت پر دلالت کرنے والی مروی شدہ حدیث کو مرسل ہونے کی بنا پر صحیح نہیں مانتے۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ زیر بحث حدیث جبیر کو صحیح قرار دینے میں امام بیہقی کو اس لئے تامل ہے کہ اس کے راوی سلیمان سے اس کو روایت کرنے والے رواۃ نے سلیمان سے اس کی روایت میں مختلف باتیں نقل کی ہیں یعنی کہ سلیمان موصوف اس حدیث کو کبھی مرسلاً نقل کرتے ہیں کبھی متصلاً نقل کرتے ہیں۔ متصلاً نقل کرتے ہیں تو اپنے اور جبیر کے درمیان کبھی کسی راوی کا نام لیتے ہیں اور کبھی کسی کا جس کا حاصل یہ ہے کہ امام بیہقی ابن حبان والی سند سے مروی شدہ اس حدیث کو متصل مانتے ہیں۔ البتہ حضرت جبیر سے اسے روایت کرنے میں سلیمان جو مختلف طرق اختیار کئے ہیں اس کے سبب

انھیں اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں تامل ہے پھر بھی موصوف امام بیہقی اس حدیث کو قابلِ عمل مانتے ہیں یعنی کہ اگرچہ یہ حدیث اصطلاح محدثین کے مطابق صحیح نہیں لیکن اس درجہ کی معتبر اور قوی ہے لہذا سے عمل کے لئے حجت بنایا جا سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے شواہد و متابع سے مل کر حدیث مذکور امام بیہقی کے نزدیک کم از کم درجہ حسن تک پہونچتی ہے جو اصطلاح میں اگرچہ صحیح کے درجہ میں نہیں ہے لیکن قابلِ عمل ہونے میں صحیح کے برابر ہوتی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موصوف امام بیہقی ابن حبان والی سند کے متصل ہونے کے معترف ہیں اور سلیمان کے معتبر ہونے کے معترف ہیں جہاں تک سلیمان سے اس کی روایت میں اختلاف کا ذکر امام بیہقی نے کیا ہے وہ اختلاف قادح نہیں ہے ہم بتلا آئے ہیں کہ ایک ثقہ راوی بسا اوقات ایسا کرتا ہے کہ اپنے کئی اساتذہ سے سنی ہوئی حدیث کو اپنے تلامذہ کے سامنے کبھی صرف ایک استاذ کے حوالے سے بیان کرتا ہے کبھی دوسرے اور کبھی تیسرے اسی طرح کبھی وہ حدیث کو مرسلاً بیان کرتا ہے اور کبھی متصلاً یہ مضر نہیں ہے۔

سنن بیہقی پر رد لکھنے والے علامہ ابن الترکمانی حنفی نے حدیث مذکور پر بزعم خویش بہت کچھ کلام کیا ہے مگر موصوف اس کی

سند کے متصل ہونے اور اس کے راوی عبدالرحمن بن ابی حسین و سلیمان پر کلام کی ہمت نہ کرسکے حالانکہ اگر موصوف کچھ بھی گنجائش پاتے تو اسے منقطع قرار دیتے اور اس کے رواۃ پر کلام کرتے۔

کوثری کی ایک تحریف کا ذکر

ان سارے امور کے باوجود کوثری نے حاشیہ نصب الرایہ میں کہا کہ :- الصواب عبد الله بن عبد الرحمٰن بن ابی حسین کما فی تهذیب التهذیب (ص۲۹۰ ج ۱۲، حاشیة نصب الرایه ص۴۱ ج ۳ وص۳۱۳ ج ۴)

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ جبیر سے حدیث مذکور کے راوی کا نام اس سند میں جو عبدالرحمان بن ابی حسین واقع ہے وہ عبدالرحمان نہیں بلکہ ان کے لڑکے عبداللہ ہیں جیسا کہ تہذیب التہذیب ص۲۹۰ ج ۱۲ میں لکھا۔

مذکورہ بالا بات کو کوثری نے اپنی طرف سے ایجاد و تحریف کرکے لکھا ہے اور دھاندلی کی انتہا یہ ہے کہ اپنی اختراعی بات کو موصوف کوثری نے تہذیب التہذیب کی طرف منسوب کردیا ہے

جو محض جھوٹ ہے۔ حدیث کی جس کتاب میں بھی یہ حدیث اس سند کے ساتھ ہے اس میں عبدالرحمٰن ابن ابی حسین ہی واقع ہوئے ہیں اس کو بدل کر عبدالرحمٰن کے لڑکے کا نام لکھ دینا سراسر تحریف ہے افسوس یہ ہے کہ تحقیق کے نام پر محشی زادالمعاد شعیب ارنوط نے بھی کوثری کی تقلید میں لکھ مارا کہ اس میں واقع شدہ راوی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین ہیں اور ابن حبان و مسند البزار میں ایسا ہی موجود ہے۔ (تعلیق شعیب ارنوط بر زادالمعاد ص ۳۱۸ ج ۲)

حالانکہ صحیح ابن حبان و مسند البزار میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین کے بجائے عبدالرحمٰن بن ابی حسین کا نام واقع ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کون سی تحقیقی و علمی خدمت انجام دی جا رہی ہے؟

زیر نظر سند کے مطابق عبدالرحمٰن بن ابی حسین سے اس حدیث کے ناقل سلیمان بن موسیٰ ہیں جن کا تعارف ہو چکا ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور ان پر وارد شدہ کلام مدفوع ہے۔ سلیمان بن موسیٰ سے روایت مذکورہ کے ناقل امام سعید بن عبدالعزیز ہیں جن کا تعارف ہو چکا ہے۔

امام سعید بن عبد العزیز سے روایت مذکورہ کے ناقل امام عبد الملک بن عبد العزیز ابو نصر التمار القشیری النسوی مولود ۱۳۰ھ متوفی ۲۲۸ھ بھی معروف و مسلم اور مشہور ثقہ محدث ہیں، صحیح مسلم اور سنن نسائی وغیرہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب اور عام کتب رجال)

امام عبد الملک بن عبد العزیز سے روایت مذکورہ کو متعدد و مختلف ثقہ رواۃ نے نقل کر رکھا ہے اس لئے ان کے نیچے کے رواۃ کے تعارف اور اثبات ثقاہت کی ضرورت نہیں مئو اعظم گڈھ کے ایک غالی حنفی صاحب قلم مولانا حبیب الرحمن اعظمی اپنے حلقے میں محدث کبیر اور علامہ شہیر کے خطاب و لقب سے مشتہر کیے جاتے ہیں انھوں نے عبد الملک بن عبد العزیز قشیری سے مروی شدہ روایت کی سند میں بزعم خویش حق تحقیق ادا کرتے ہوئے یہ گل افشانی کی ہے کہ اس سند میں واقع شدہ امام عبد الملک بن عبد العزیز کا نام مسند البزار کے اصل مخطوطہ میں غلط اور خطا ہے اس کی جگہ پر سوید بن عبد العزیز کا نام ہونا چاہئے تھا (تعلیق مولانا حبیب الرحمن بر کشف الاستار ص۲۰ ج ۲) معلوم نہیں کہ محقق موصوف نے کیوں لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے

کی کوشش کی ہے یا پھر محقق موصوف کو یہی نہیں معلوم کہ حدیث
مذکور کی جس سند میں سوید بن عبد العزیز واقع ہیں وہ اس سند
کے علاوہ دوسری سند ہے جس میں امام عبد الملک بن عبد العزیز
قشیری واقع ہیں، دراصل سوید بن عبد العزیز والی روایت
عبد الملک بن عبد العزیز والی سند کی متابع ہے جس سے عبد الملک
والی روایت کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ کما سیاتی۔

مذکورہ بالا تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ زیر نظر سند کے ساتھ
مروی شدہ حدیث جبیر بن مطعم متصل السند اور صحیح ہے اس کے
بعض رجال پر ہونے والا کلام اور اس کی مذکور شدہ بعض علتیں
کالعدم ہیں۔ لیکن اگر اس کے بعض رجال پر وارد شدہ
مدفوع کلام اور مذکور شدہ بعض علتوں سے کسی تحقیق پسند
آدمی کے دل میں کوئی اشتباہ ہوتا ہو تو اس کے دور ہونے
کے اسباب بھی موجود ہیں وہ اس طرح کہ مختلف کتب حدیث
میں متعدد ثقہ رواۃ سے مندرجہ ذیل سند کے ساتھ
مروی ہے۔

چار دن قربانی کی مشروعیت پر

دلالت کرنیوالی چوتھی حدیث

امام طبرانی وغیرہ نے کہا کہ :-

"حدثنا سوید بن عبد العزیز عن سعید بن عبد العزیز التنوخی عن سلیمان بن موسیٰ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایام التشریق کلها ذبح -"

یعنی جبیر بن مطعم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام ایامِ تشریق قربانی کے جانور ذبح کرنے کے دن ہیں۔

(معجم کبیر للطبرانی مطبوعہ بغداد ۱۹۷۹ء، ص ۱۴۴ ج ۲، سنن دارقطنی ص ۵۴۴ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۹۶ ج ۹، کتاب المعرفۃ والسنن للبیہقی ومسند البزار کما فی نصب الرایہ ص ۶۱ ج ۳، و ص ۲۱۲، ۲۱۳ ج ۴، وکشف الاستار عن زوائد مسند البزار للھیثمی باب متی یخرج وقت الاضحیۃ ص ۶۱ ج ۲ وانظر کشف الاستار باب عرفۃ

کلھا موقف ص۲۷ ج ۲)

مذکورہ بالا روایت عبد الرحمٰن بن ابی حسین والی روایت کی شاہد اور متابع کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے مطابق حضرت جبیر سے اسے نقل کرنے والے عبد الرحمٰن کے بجائے حضرت جبیر کے صاحبزادے نافع بن جبیر ابو محمد مدنی متوفی ۹۹ھ ہیں جو ثقہ کبار تابعین میں سے ہیں، صحیحین اور سنن اربعہ میں موصوف کی روایت کردہ احادیث کبار صحابہ سے موجود ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب جیسے قدیم الموت صحابی سے بھی موصوف کا سماع ثابت ہے عباس کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ (رجال الصحیحین ص۵۲۷ و ص۵۲۸ ج ۲۔ تہذیب التہذیب اور عام کتب رجال)

اس سند کو حافظ البزار نے بھی متصل تسلیم کیا ہے اس کے مطابق حضرت جبیر سے اس حدیث کی نقل میں نافع بن جبیر نے عبد الرحمٰن بن ابی حسین کی متابعت کر رکھی ہے۔ اس طرح جبیر اور عبد الرحمان کے مابین علت انقطاع کا دعویٰ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ نافع سے روایت مذکورہ کے ناقل وہی سلیمان بن موسیٰ ہیں جو عبد الرحمٰن سے اس کو نقل کیے ہوئے ہیں یعنی کہ سلیمان نے موصوف نے روایت مذکورہ کو اس تفصیل کے مطابق دو حضرات

نافع بن جبیر اور عبد الرحمن بن ابی حسین سے نقل کر رکھا ہے، سلیمان کا تعارف ہو چکا ہے سلیمان سے روایت مذکورہ کے ناقل اس سند کے مطابق سعید بن عبد العزیز تنوخی ہیں ان کا تعارف بھی ہو چکا ہے، اس سند کے ان مذکورہ رواۃ یعنی نافع سلیمان، سعید بن عبد العزیز میں سے ہر ایک ثقہ ہیں اور اس حدیث کے ناقد امام بزار نے بھی ان رواۃ پر کوئی کلام نہیں لیا ہے۔ البتہ سعید بن عبد العزیز سے روایت مذکورہ کے ناقل سوید بن عبد العزیز بن نمیر سلمی دمشقی مولود ۱۰۸ھ متوفی ۱۹۴ھ ہیں ان کی توثیق و تجریح میں اہل علم کا بیان مختلف ہے۔

سوید بن عبد العزیز کی تجریح و توثیق

پر بحث

حافظ البزار نے موصوف کی بابت کہا کہ:-

"هو رجل ليس بالحافظ ولا يحتج به اذا انفرد بحديث وحديث ابن ابي حسين هو الصواب، مع ان ابن ابي حسين لم يلق جبير بن مطعم وانما

ذکرنا هذا الحدیث لانا لانحفظ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی کل ایام التشریق ذبح الا فی هذا الحدیث فکذالک ذکرناه وبینا العلة فیه۔"

یعنی سوید مذکور حافظ نہیں ہیں جس حدیث کی روایت میں یہ منفرد ہوں وہ حجت نہیں بنائی جا سکتی، ابن ابی حسین کی بیان کردہ حدیث جبیر ہی صواب ہے مگر اس میں یہ علت ہے کہ ابن ابی حسین کا جبیر سے لقاء نہیں ہم نے یہ حدیث محض اس لئے ذکر کی ہے کہ اسی میں ایام تشریق کے ایام قربانی ہونے کا ذکر ہے جس طرح یہ حدیث مروی ہے ہم نے اسی طرح اس کا ذکر کر دیا ہے اور اس کی علت ہم نے بیان کر دی (نصب الرایہ ص ۶۱ ج ۲ بحوالہ مسند البزار)

ہم تبلا چکے ہیں کہ روایت ابن ابی حسین کو حافظ البزار کا منقطع کہہ کے معلول قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ صحیح ہے کہ روایت ابن ابی حسین کی سند متصل و معتبر ہے اور روایت ابن ابی حسین جب سنداً معتبر ہے تو سوید کی ذکر کردہ روایت کی بابت حافظ البزار کے کلام کے باوجود روایت ابن ابی حسین کا معتبر ہونا اپنی جگہ پر برقرار رہتا ہے مگر روایت سوید سے اس میں مزید

استحکام پیدا ہو جاتا ہے اور جب ابن ابی حسین معتبر ہیں اور اسی روایت کو سوید نے دوسری سند کے ساتھ نقل کیا ہے تو موصوف سوید کو اس روایت کی نقل میں منفرد بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان کی معنوی متابعت موجود ہے۔ مزید یہ کہ متعدد مختلف لوگوں نے اگرچہ سوید پر کلام کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اہل علم کے مابین موصوف کی توثیق و تجریح مختلف فیہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک موصوف کی بابت قول فیصل یہ ہے کہ موصوف فی نفسہٖ صدوق راوی ہیں خفیف جرح سے مجروح ہیں جس روایت میں منفرد ہوں وہ اگرچہ حجت نہیں لیکن متابع کی موجودگی میں حجت ہے۔ سوید کے مشہور ہم وطن معاصر امام دحیم عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن عمر الدمشقی مولود سنہ ۱۷۰ھ و متوفی سنہ ۲۴۵ھ جیسے امام جرح و تعدیل نے سوید کی بابت کہا:۔

"ثقۃ وکانت لہ احادیث یغلط فیھا"۔ یعنی موصوف سوید ثقہ ہیں اپنی روایت کردہ کچھ احادیث میں موصوف غلطیاں کرتے تھے

(تہذیب التہذیب)

سوید کے دوسرے معاصر ھشیم نے بھی موصوف کی مدح و ثناء خوانی کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ترجمہ سوید بن عبدالعزیز)

ہم بتلا چکے ہیں کہ کچھ احادیث کی روایت میں کسی ثقہ راوی کا غلطی کرنا جرح قادح نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان نے موصوف پر سخت تجریح کے بعد اس سے رجوع کرتے ہوئے کہا کہ :۔

"والذی عندی فی سوید بن عبد العزیز تنکب ما خالف الثقات من حدیثه والاعتبار بما روی مما لم یخالف للاثبات فالاحتجاج بما وافق الثقات وهو ممن استخیر الله عزوجل فیه لانه یقرب من الثقات"

یعنی موصوف سوید کی بابت ہمارے نزدیک فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ان کی بیان کردہ جو حدیث ثقات کی بیان کردہ احادیث کے خلاف ہو اسے حجت نہ بنایا جائے اور ان کی جو حدیث ثقات کی بیان کردہ احادیث کے خلاف نہ ہو اسے بطور متابع قبول کیا جائے اور ان کی جو حدیث ثقات کے موافق ہو اسے حجت بنایا جائے۔، موصوف چونکہ تقریباً ثقہ رواۃ میں شامل کئے جانے کے لائق ہیں، اس لئے ان کی بابت استخارہ کرنا چاہیئے۔

(المجروحین لابن حبان ص ۳۴۸، ۳۴۷، ج ۱)

ہم بھی حافظ ابن حبان کے مذکورہ بالا فیصلے کی موافقت کرتے ہیں اور چونکہ موصوف کی بیان کردہ زیر نظر حدیث ثقات کے خلاف نہیں بلکہ موافق ہے اس لئے حجت ہے۔

امام دارقطنی نے بھی موصوف کی بابت یہی کہا ہے کہ "یعتبربه" (میزان الاعتدال ص ۲۹۲ ج ۱) یعنی موصوف کا اعتبار کیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ ثقات کے موافق موصوف کی جو حدیث ہوگی وہ حجت ہوگی یعنی کہ متابع و شاہد کی حیثیت سے ان کی حدیث مقبول ہوگی۔ الغرض حافظ ابن حبان اور امام دارقطنی کی باتیں معنوی طور پر ایک ہی ہیں اور حافظ البزار کے کلام کا حاصل بھی یہی ہے کہ منفرد ہونے کی صورت میں تو موصوف سوید کی حدیث حجت نہیں لیکن متابع و شاہد ہونے کی صورت میں اور ثقہ رواۃ کی موافقت کی صورت میں حجت ہوگی دریں صورت موصوف پر امام ابن معین، احمد بن حنبل، امام بخاری، نسائی وغیرہم سے منقول شدہ جرح کو اسی بات پر محمول کیا جائے گا کہ موصوف مطلقاً ثقہ حجت نہیں بلکہ ثقہ و حجت ہونے کے لئے ان کا متابع و شاہد ہونا شرط ہے اور یہ معلوم ہے کہ سعید بن عبد العزیز سے اس روایت کی نقل میں سوید کی معنوی متابعت و موافقت امام عبد الملک بن

عبدالعزیز قشیری نے کر رکھی ہے۔

یہ معلوم ہے کہ متابعت خفیف الضعف مجروح راوی کی بھی معتبر ہے اور یہ ثابت ہو گیا کہ سعید بن عبدالعزیز اور عبدالملک بن عبدالعزیز دونوں کے دونوں حضرات اس حدیث کو متصل سند کے ساتھ بیان کرنے میں ایک دوسرے کے متابع ہیں لہٰذا یہ حدیث صحیح قرار پاتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں مسند احمد میں مروی شدہ حدیث مذکور کو منقطع قرار دے کر یہ صراحت کر رکھی ہے کہ:

"ووصلہ الدارقطنی ورجالہ ثقات" یعنی امام دارقطنی نے حدیث کو متصلاً نقل کیا ہے جس کے رجال ثقات ہیں (فتح الباری کتاب الاضاحی باب من قال الاضحیٰ یوم النحر ص۸ ج۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر کی نظر میں امام دارقطنی نے حدیث مذکور کو ایسی متصل سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں اور جب اتصال سند کے ساتھ سبھی رواۃ سند ثقہ ہوں تو وہ حدیث صحیح و معتبر ہوتی ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ حافظ ابن حجر حدیث مذکور کی اس سند کو متصل صحیح مانتے ہیں جس سے امام دارقطنی نے یہ حدیث نقل کی ہے لہٰذا حافظ

ابن حجرؒ کی تلخیص کردہ نصب الرایہ موسوم بہ " درایہ " میں جو لکھا ہوا ہے کہ امام دارقطنی نے متصل سند کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے مگر اس متصل سند میں ضعف (کمزوری) ہے (درایہ باب الحج والاضاحی) وہ حافظ ابن حجرؒ کا اپنا قول نہیں بلکہ صاحب نصب الرایہ یعنی علامہ زیلعی کی عبارت کی تلخیص ہے جنہوں نے دارقطنی کی بسند متصل روایت کردہ حدیث مذکور کی سند کو ضعیف کہا ہے ورنہ حافظ ابن حجرؒ کا اپنا یہی فیصلہ ہے کہ یہ حدیث متصل اور صحیح سند کے ساتھ سنن دارقطنی میں مروی ہے اور سنن دارقطنی میں جس متصل سند کے ساتھ حدیث مذکور مروی ہے وہ سوید بن عبد العزیز والی وہی سند ہے جس کے متعلق ہماری یہ تحقیقی بحث چل رہی ہے اس کا نہایت واضح مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ سوید ثقہ ہیں۔ اسی طرح علامہ ھیثمی نے روایت مذکورہ کو معجم کبیر للطبرانی کے حوالے سے نقل کرکے کہا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ص ۲۱۵ ج ۳) اور معجم کبیر للطبرانی میں حدیث مذکور سوید والی سند ہی سے مروی ہے اس کا مطلب بھی بہت واضح ہے کہ علامہ ھیثمی سوید کو ثقہ قرار دیتے ہیں لہذا کشف الاستار عن زوائد مسند البزار

ہیں علامہ ھیثمی نے حافظ البزار کا جو یہ قول نقل کر دیا ہے کہ:۔

"تفرد بہ سوید ولا یحتج بہ"

(کشف الاستار ص ۲،۷ ج ۲)

وہ علامہ ھیثمی نے صرف نقل کی حد تک نقل کر دیا ہے ورنہ ان کا اپنا فیصلہ یہی ہے کہ سوید ثقہ ہیں اور ہم بتلا چکے ہیں کہ خود حافظ البزار بھی سوید کو ثقہ مانتے ہیں مگر صرف اس درجہ کا ثقہ مانتے ہیں کہ بطور متابع وشاہد ان کی روایت مقبول ہوگی یا کہ بشرط متابع وشاہد ان کی حدیث معتبر ہوگی اور ہم بتلا چکے ہیں کہ روایت سوید کے متابع وشاھد موجود ہیں۔

نصب الرایہ میں کہا ہے کہ:۔

"ورواہ الطبرانی فی معجمہ حدثنا احمد ابن یحییٰ بن خالد الشرقی حدثنا زھیر بن عباد الرؤسی حدثنا سوید بن عبد العزیز عن سلیمان بن موسیٰ عن نافع بن جبیر عن ابیہ بنحوہ لیس فیہ ایام التشریق" (نصب الرایہ ص۶۱ ج ۳)

یعنی حدیث مذکور امام طبرانی نے اپنی معجم میں سوید والی مندرجہ بالا سند کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس میں ایام تشریق

کے ایام قربانی ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ امام طبرانی کی معجم کبیر ص۱۴۴ ج ۲ کے حوالہ سے ہم سوید والی حدیث مذکور نقل کر آئے ہیں جس میں صریح اور واضح طور پر ایام تشریق کے ایام قربانی ہونے کا ذکر موجود ہے اور ہم کو معجم کبیر کے اندر اس سند کے ساتھ کہیں یہ حدیث اس طرح نظر نہیں آئی کہ جس میں ایام تشریق کے ایام قربانی ہونے کا ذکر نہ ہو دریں صورت ممکن ہے کہ جس بات کا ذکر صاحب نصب الرایہ نے کیا ہے وہ امام طبرانی کی معجم اوسط میں موجود ہو ہماری رسائی معجم اوسط تک نہیں ہو سکی اور کسی روایت میں کسی طویل حدیث کے بعض جملوں کا حذف ہو جانا مضر اور قادح نہیں ہے صحیحین کے اندر ایسی بہت ساری احادیث ہیں جن کو کہیں طویل اور کہیں مختصر الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

نصب الرایہ میں یہ بھی ہے کہ :-

" ورواہ ایضاً یعنی الطبرانی فی کتاب مسند الشامیین عن حفص بن غیلان عن سلیمان بن موسی عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم مرفوعاً کذا لک " (نصب الرایہ ص۲۱۶ ج ۲)

یعنی امام طبرانی نے اپنی دوسری کتاب "مسند شامیین"
میں یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔ ہماری رسائی امام طبرانی
کی کتاب "مسند شامیین" تک نہیں ہو سکی ہم سمجھتے ہیں کہ امام
طبرانی کی اس کتاب میں حدیث مذکور کے اندر ایام تشریق کے
ایام قربانی ہونے کا ذکر ہے اس میں منقول شدہ سند بھی حدیث
مذکور کی شاہد و متابع ہے جس کے مطابق حضرت جبیر سے اس
حدیث کو نقل کرنے میں عبد الرحمٰن بن ابی حسین اور نافع بن جبیر کی
متابعت محمد بن المنکدر نے بھی کر رکھی ہے ناظرین کرام دیکھ رہے
ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ نے حدیث مذکور اپنے تین اساتذہ (۱)
عبد الرحمٰن (۲) نافع بن جبیر (۳) اور محمد بن المنکدر سے روایت کر رکھی
ہے اور ان تینوں کا لقاء و سماع حضرت جبیر سے ہے لہٰذا یہ روایت
متصل ہے نیز اپنے ان شواہد کے ساتھ مل کر صحیح اور معتبر ہے ہمارے
خیال سے صاحب نصب الرایہ کا یہ بیان جس طرح غیر صحیح اور
غلط ہے کہ معجم طبرانی میں سوید بن عبد العزیز سے مروی شدہ حدیث
جبیر میں "ایام تشریق ذبح" کا لفظ نہیں ہے اسی طرح موصوف
کے اس بیان کا حال بھی ہے جو "مسند شامیین" والی روایت
کے متعلق ہے اگر بالفرض ایسا نہ ہو تو بھی مندرجہ بالا تفصیل کے

مطابق ہمارے موقف کے صحیح ہونے پر دلائل معتبرہ قائم ہیں مسند شامیین للطبرانی والی سند میں سلیمان سے روایت کرنے والے راوی حفص بن غیلان، ابو معبد دمشقی بقول راجح ثقہ ہیں اور ان پر ہونے والی جرح مبہم ہونے کے سبب مدفوع ہے جیسا کہ آنے والی عبارتوں میں اس کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے۔

چار دن قربانی کی مشروعیت پر
دلالت کرنے والی پانچویں حدیث

مذکورہ بالا متصل ومعتبر سندوں کے علاوہ امام دارقطنی نے یہ حدیث مندرجہ ذیل سند کے ساتھ بھی نقل کی ہے:۔

"قال الدارقطنی حدثنا ابو بکر النیسابوری نا احمد بن عیسیٰ الخشاب نا عمرو بن ابی سلمۃ نا ابو معبد عن سلیمان بن موسیٰ ان عمرو بن دینار حدثہ عن جبیر بن مطعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایام التشریق کلھا ذبح۔ یعنی حضرت جبیر بن مطعم نے کہا کہ ارشاد

نبوی ہے کہ تمام ایام تشریق میں قربانی کے جانور ذبح کئے جائیں
(سنن دار قطنی ص۴۴۵ ج ۲ و سنن بیہقی ص۲۹۶ ج ۹)

ناظرین کرام دیکھ رہے ہیں کہ مذکورہ سند کے مطابق
حضرت جبیر سے حدیث مذکور کے ناقل امام عمرو بن دینار مکی اثرم
مولود ۴۶ھ و متوفی ۱۲۶ھ ہیں جو مشہور و معروف ثقہ امام
اور صحیحین اور عام کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں (رجال
صحیحین ص۳۶۴ ج ۱ . الثقات لابن حبان ص۱۶۷ ج ۵ و تہذیب
التہذیب اور عام کتب رجال)

حضرت جبیر کی وفات کے وقت امام عمرو کی عمر اگرچہ بارہ
تیرہ سال کی تھی مگر کسی امام فن نے حضرت جبیر سے عمرو بن دینار کے
لقاء و سماع کا ذکر نہیں کیا اور جبیر کے بعد فوت ہونے والے
بعض صحابہ سے عدم سماع کی صراحت کتب رجال میں موجود ہے اس
لئے جبیر و عمرو بن دینار کے مابین اتصال کا ہم کو دعویٰ نہیں البتہ
یہ دعویٰ ضرور ہے کہ عمرو بن دینار کی اس روایت سے عبدالرحمٰن
بن ابی حسین والی روایت کی تائید و متابعت ہوتی ہے اور یہ
متابعت بلا شک و شبہ قوی اور لائق اعتبار ہے کیونکہ عمرو بن
دینار سے اس کے ناقل سلیمان بن موسیٰ کا تعارف کرایا جا چکا ہے

اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ موصوف ثقہ ہیں اور سلیمان مذکور سے روایت مذکورہ کے ناقل ابو معبد حفص بن غیلان دمشقی بھی ثقہ ہیں، امام ابن معین، دحیم، نسائی، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرھم نے موصوف کو ثقہ کہا ہے اور اس ثابت شدہ توثیق کے بالمقابل موصوف پر صرف بعض کی جرح مبہم ہے جو مبہم ہونے کے بسبب کالعدم اور مدفوع ہے (ملاحظہ ہو عام کتب رجال مثلاً تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال وغیرہ) اور موصوف کو کم از کم اس درجہ کا ثقہ ماننا چاہیئے جس کو متابع و شاہد بنایا جاسکتا ہے اور ابو معبد سے حدیث مذکور کے ناقل امام عمرو بن ابو سلمہ ابو حفص دمشقی متوفی ۲۱۳ یا ۲۱۴ھ ثقہ اور صحیحین و سنن اربعہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ (رجال الصحیحین و تہذیب التہذیب وغیرہ)

چار دن قربانی کی مشروعیت پر

دلالت کرنیوالی چھٹی حدیث

امام بیہقی نے کہا کہ :- اخبرنا علی بن احمد بن

عبد ان ابنا احمد بن عبید ثنا الحارث بن ابی اسامہ
ثنا روح بن عبادۃ عن ابن جریج اخبرنی عمرو بن
دینار ان نافع بن جبیر بن مطعم اخبرہ عن رجل
من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قد سماہ نافع فنسیتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لرجل من غفار قم فاذن ان لا یدخل الجنۃ الا
مؤمن وانہا ایام اکل وشرب ایام منیٰ زاد سلیمان بن موسیٰ
وذبح یقول ایام ذبح ابن جریج یقولہ (سنن بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹)

یعنی نافع بن جبیر بن مطعم نے ایک صحابی سے روایت
کی، (ان صحابی کا نام نافع نے بتلایا تھا جو عمرو بن دینار بقول خویش
بھول گئے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غفاری
صحابی کو حکم دیا کہ جا کر لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف
مومن ہی آدمی داخل ہو سکتا ہے اور ایام منیٰ (ایام تشریق)
کھانے پینے کے ایام ہیں۔ سلیمان بن موسیٰ نے اس روایت میں
ایام اکل و شرب کے بعد لفظ "ذبح" کا اضافہ کیا ہے یعنی کہ ایام
تشریق قربانی کے ایام بھی ہیں اور ابن جریج بھی ایام تشریق
کو اسی حدیث کی بنیاد پر ایام قربانی کہا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا روایت کا حاصل مطلب ہماری سمجھ کے مطابق یہ ہے کہ ابن جریج (عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج المتوفی ۱۵۰ھ) نے یہ بیان کیا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے نافع بن جبیر سے یہ نقل کیا کہ ایک صحابی کا یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں ایک آدمی کے ذریعہ اعلان کرا دیا کہ ایام تشریق قربانی کے ایام ہیں جس کا واضح مفاد یہ ہے کہ نافع بن جبیر سے حدیث مذکور کو سلیمان سے نقل کرنے میں امام سعید بن عبد العزیز کی متابعت ابن جریج نے کر رکھی ہے۔

یہ معلوم ہے کہ ابن جریج کتب حدیث کے مصنفین اولین میں شمار کئے جاتے ہیں اور یہ مستبعد نہیں کہ ان کی کسی کتاب میں سلیمان والی حدیث مذکور موجود ہو۔ ابن جریج بتصریح علمائے رجال سلیمان بن موسیٰ کے شاگرد ہیں ان سے روایت حدیث کرتے ہیں (عام کتب رجال)

دریں صورت سلیمان بن موسیٰ تک اس حدیث کی سند کے صحیح و معتبر ہونے میں کسی کلام کی گنجائش نہیں رہ جاتی کیونکہ ابن جریج پختہ کار ثقہ محدث ہیں اور انھوں نے اپنے استاذ سلیمان سے بسند صحیح متصل یہ حدیث نقل کر رکھی ہے کیونکہ

ابن جریج کے بیان کے مطابق سلیمان نے یہ حدیث نافع بن جبیر سے نقل کی ہے اور نافع نے ایک ایسے صحابی سے نقل کی ہے جن کا نام اس کے ایک راوی عمرو بن دینار بزعم خویش بھول گئے تھے ظاہر ہے کہ جن صحابی کا نام عمرو بن دینار بھول گئے تھے وہ حضرت جبیر بن مطعم ہیں اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرے صحابی ہیں تو صحابی کا مجہول الاسم ہونا صحتِ روایت کے لئے قادح نہیں اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

اگر حدیث مذکور ابن جریج کی کتاب میں منقول نہ ہو تو بھی اس کے صحیح ہونے میں گنجائشِ کلام نہیں ہے کیونکہ اس سند کے مطابق ابن جریج سے حدیث مذکور کے ناقل امام روح بن عبادہ ابو محمد قیسی بصری متوفی ۲۰۷ھ بلند پایہ ثقہ محدث ہونے کے ساتھ امام ابن جریج کے خصوصی شاگرد ہیں اور بہ تصریح حافظ خطیب انھوں نے سنن، احکام، احادیث اور تفسیر کی مختلف کتابیں لکھی ہیں، صحیحین اور دوسری کتب حدیث کے رواۃ میں سے ہیں۔ (خطیب ص۴۰۲ تا ص۴۰۶ ج ۸، تذکرۃ الحافظ ص۳۴۹، ۳۵۰ ج ا، رجال الصحیحین ص۱۳۷، ۱۳۸ ج ا، تہذیب التہذیب ص۲۹۲ تا ص۲۹۶ ج ۳)

ظن غالب ہے کہ روح بن عبادہ کی نقل کردہ روایت مذکورہ ان

کی کسی کتاب میں بھی منقول ہوگی مگر کتب روح تک ہماری رسائی کہاں ؟

روح بن عبادہ سے روایت مذکورہ کے راوی امام حارث بن محمد بن ابی اسامہ ابو محمد تمیمی بغدادی مولود سنہ ۱۸۶ھ و متوفی سنہ ۲۸۲ھ ہیں موصوف امام حارث ثقہ محدث اور مشہور کتاب "مسند" کے مصنف ہیں (لسان المیزان ص ۱۵۷ تا ص ۱۵۹ ج ۲، تذکرۃ الحفاظ ص ۶۱۹/۶۲۰ ج ۲، خطیب ص ۲۱۸/۲۱۹ ج ۸) ـــ ظاہر ہے کہ حدیث مذکور موصوف امام حارث کی کتاب مسند میں موجود ہوگی امام بیہقی اور حارث کے مابین دو واسطے ہیں جو محض رسمی ہیں افسوس کہ ہماری رسائی مسند حارث تک بھی نہیں ہے ۔

سلیمان بن موسیٰ سے اس روایت کو نقل کرنے والے امام ابن جریج اس روایت پر عمل کرتے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے جس کا ظاہری مفاد یہ ہے کہ اپنے استاد سلیمان کی نقل کردہ اس حدیث کو امام ابن جریج صحیح و معتبر اور قابل عمل سمجھتے تھے یہ بات گذر چکی ہے کہ امام ابن جریج اپنے استاد سلیمان موصوف کی مدح و توصیف کرتے تھے اور سلیمان کی روایت کردہ حدیث کو حجت ماننا اس امر کی بھی دلیل ہے کہ موصوف ابن جریج سلیمان کو ثقہ

راوی سمجھتے تھے، ہم سلیمان کا ثقہ ہونا ثابت کر چکے ہیں سلیمان کے
تلامذہ و معاصرین کا انہیں ثقہ و ممدوح قرار دینا اور بعض متاخرین
کا جرح مبہم سے موصوف کو مجروح کرنا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ
موصوف سلیمان بقول راجح مطلقاً ثقہ ہیں کیونکہ اس طرح کی جرح
ثابت شدہ توثیق کے بالمقابل مدفوع و کالعدم ہوتی ہے (الکامل)
سلیمان سے ابن جریج کی روایت کردہ زیر بحث حدیث
نے حدیث مذکور کو مزید شواہد و متابعات سے مستغنی کر دیا
اور اس کی بھی زیادہ ضرورت نہیں رہ جاتی کہ اسے صحیح و معتبر
اور متصل السند ثابت کرنے کے لئے بہت لمبی چوڑی بحث
و تمحیص کی جائے لیکن ہم نے ناظرین کرام کے اطمینان و تسکین
کے لئے یہ تفصیل پیش کی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن جریج
کی روایت کردہ حدیث مذکور سوید بن عبد العزیز کی نقل کردہ اس
حدیث کی قوی متابع و شاہد ہے اس لئے سوید پر وارد ہونے والے
کلام کا اگر کچھ اثر حدیث مذکور پر تسلیم کر لیا جائے تو وہ اثر ابن جریج
والی حدیث کی متابعت سے دور ہو جاتا ہے۔ سلیمان بن موسیٰ
بذات خود بھی اس حدیث پر عمل پیرا تھے اور اسی کا فتویٰ دیا

کرتے تھے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ موصوف سلیمان اپنی روایت کردہ اس حدیث کو قابل عمل ومعتبر سمجھتے تھے اور کیوں نہ ہو موصوف سلیمان نے یہ حدیث مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اپنے چار اساتذہ سے مرفوعاً نقل کر رکھی ہے یعنی عبدالرحمان بن ابی حسین نافع بن جبیر، عمرو بن دینار، محمد بن المنکدر، دریں صورت حدیث مذکور پر عمل نہ کرنے کا کوئی جواز بھی موصوف کے سامنے نہیں تھا۔ نیز یہ بیان ہو چکا ہے کہ سلیمان کی طرح ان کے استاذ امام زہری بھی بواسطہ سعید بن المسیب یہ حدیث معنوی طور پر حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری سے روایت کرتے تھے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، نیز خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز اور حسن بصری اور اوزاعی کا بھی یہی مذہب تھا اور اس حدیث کے راوی صحابی حضرت جبیر بن مطعم کا بھی اسی حدیث پر عمل تھا، حضرت علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عباس جیسے صحابی بھی اسی پر عمل پیرا تھے (ملاحظہ ہو شرح مسلم للنووی ص ۱۵۳ ج ۲ والمجموع ص ۲۸۹ ج ۸ و نیل الاوطار ص ۳۵۹ ج ۴)

حدیث مذکور کے مقتضیٰ پر اس کے راوی صحابی حضرت جبیر بن مطعم کا عمل کرنا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ انھوں نے حدیث مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ شرح مسلم للنووی وغیرہ

میں اس حدیث پر عمل کرنے والوں کی فہرست میں سلیمان بن موسیٰ "اموی" کی نسبت اموی کے بجائے "اسدی" لکھی ہوئی ہے جو ہمارے نزدیک کاتب و نساخ کی غلطی کا نتیجہ ہے اس کی تصحیح ہونی چاہئے۔

ایامِ قربانی کے سلسلے میں علماء کے مذاہب

اس ثابت شدہ حقیقت کے خلاف دو تابعین ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف اور سلیمان بن یسار کا یہ قول ہے کہ ہلال محرم نظر آنے سے پہلے تک قربانی مشروع ہے (المحلی لابن حزم ص۴۵ ج۸ شرح مسلم للنووی) اس قول کی تائید میں صرف ایک مرسل حدیث مرفوع ہے (المحلی ص۴۷ ج۸ و سنن بیہقی ص۲۹۸ ج۹) اور حدیث مرسل از روئے تحقیق ساقط الاعتبار ہے خصوصاً جب کہ وہ احادیث صحیحہ کے خلاف و معارض ہو لیکن احناف و مالکیہ کے یہاں مرسل حدیث مطلقاً حجت ہے اس لئے امام ابن حزم نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ اپنے اصول کے مطابق اس حدیث مرسل پر عمل کریں اگر نہیں کرتے تو تم اپنے اصول کو توڑنے کا ارتکاب کرتے ہو (المحلی ص۴۶-۴۷ ج۸)

ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ :- کان المسلمون یشتری احدھم الاضحیۃ فیسمنھا ویذبحھا فی اخر ذی الحجۃ ۔ یعنی ایک مسلمان قربانی کے جانور خرید لیا کرتا اور انھیں موٹا بناتا تھا پھر انھیں ذی الحجہ کے آخر میں ذبح کرتا تھا، سنن بیہقی ص ۲۹۷/۲۹۸ ج ۹ و فتح الباری بحوالہ مستخرج ابی نعیم ص ۱ ج ۱۰، ابوامامہ اسعد بن سہل وفات نبوی کے صرف دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا (اصابہ ص ۹۷ ج ۱، ظاہر ہے کہ موصوف نے صرف ایک مسلمان کا یہ معمول بتلایا ہے کہ وہ آخر ذی الحجہ میں قربانی کرتا تھا وہ مسلمان صحابی بھی ہوسکتا ہے اور تابعی بھی اور یہ معلوم ہے کہ حدیث نبوی کے خلاف ایک صحابی (تابعی یا متعدد تابعی تابعین کا عمل ان کا ذاتی عمل ہے دوسروں کے لئے دلیل شرعی نہیں ہے امام احمد نے ابوامامہ والی اس روایت کو "عجیب" بھی کہا ہے (زادالمعاد و فتح الباری) اس مسئلہ میں ایک تیسرا قول یہ ہے کہ قربانی دس دن تک کی جاسکتی ہے یعنی دسویں ذی الحجہ تا انیس ذی الحجہ اور چوتھا قول یہ ہے کہ سات دن قربانی کی جاسکتی ہے یعنی دسویں ذی الحجہ کو اور اس کے بعد چھ

دن مزید بلفظ دیگر دسویں تا سولہویں ذی الحجہ تک، یہ قول امام قتادہ کا ہے (فتح الباری ص ج ۱۰) پانچواں قول ہے کہ منیٰ میں تو تین دن تک قربانی مشروع ہے، یہ جابر بن زید وغیرہ کا مذہب ہے (المحلی ص۳۷۴ ج ۸ و شرح مسلم للنووی و فتح الباری وغیرہ)

چھٹا قول اس سلسلے میں یہ ہے کہ قربانی تین دن مشروع ہے دسویں گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو یہ قول احناف و مالکیہ اور امام احمد کا ہے اور ساتواں مذہب یہ ہے کہ صرف دسویں ذی الحجہ کو قربانی مشروع ہے اور ہم بتلا آئے ہیں کہ یہ قول نص قرآنی اور حدیث نبوی کے خلاف ہونے کے سبب مردود ہے۔ تین دن قربانی کی مشروعیت پر کوئی بھی مرفوع حدیث نہیں ہے نہ صحیح نہ حسن، نہ مرسل نہ ضعیف اس کے باوجود بعض احناف کا دعویٰ ہے کہ تین دن کی قربانی کی مشروعیت پہ صحابہ کا اجماع ہے حتیٰ کہ ابن بنت نعیم نے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ تین دن قربانی کی مشروعیت پر پوری امت کا اجماع تھا اس اجماع کو سب سے پہلے توڑنے والے نعوذ باللہ امام شافعی ہیں (الجوہر النقی مع سنن بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹) اس دعویٰ کا مکذوب و باطل ہونا مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے امام شافعی کی ولادت و پیدائش سے بہت پہلے صحابہ و تابعین اور اتباع تابعین میں سے بہت سارے لوگ

تین دن قربانی کی مشروعیت کے خلاف موقف رکھتے تھے جیسا کہ ہماری مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہے اسی بنا پر امام ابن حزم نے کہا کہ "وقد ذکرنا تضایا عظیمۃً خالفوا فیھما جماعۃ من الصحابۃ رضی لا یعرف لھم منھم مخالف فکیف ولا یصح شیٔ مما ذکرنا الا عن انس وحدہ علی ما بینا قبل وان کانا ھذا اجماعاً فقد خالفہ عطاء وعمر بن عبد العزیز والحسن والزہری وابوسلمۃ بن عبد الرحمن وسلیمان بن یسار الاجماع وتف لکل اجماع یخرج عند ھؤلاء" (المحلی ص ۴۶/۸) یعنی ہم بہت سارے بڑے مسائل کا ذکر کر چکے ہیں جن میں احناف ومالکیہ نے صحابہ کرام رض کی پوری جماعت کی مخالفت کر رکھی ہے اختلاف کرنے والے کسی صحابی کا علم نہیں پھر زیر بحث مسئلہ کو کیونکر اجماعی کہا جا سکتا ہے جبکہ صرف ایک صحابی حضرت انس اس کے موافق ہیں اور ایسی بات کو اجماع کہنا افسوسناک ہے جس سے عطاء بن ابی رباح عمر بن عبد العزیز حسن بصری زہری وغیرہ جیسے اکابر اختلاف رکھتے ہوں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تین دن قربانی کی مشروعیت پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور صحابہ میں سے صرف حضرت انس تین دن قربانی کی مشروعیت کے قائل تھے

بدعویٰ کوثری امام ابوحنیفہ اور علمائے احناف حضرت انس کو غیر فقیہ قرار دیتے تھے (تانیب الکوثری مع حواشی صـ والترحیب) حدیث نبوی کے خلاف کسی مسئلہ میں ایسے صحابی کے قول کی تقلید بھلا حنفی فقہاء کے لئے کب جائز ہے جو ان کے دعویٰ کے مطابق فقیہ نہ ہوں۔ حضرت انس کے علاوہ جس صحابی کی طرف تین دن قربانی کی مشروعیت کا انتساب کیا گیا وہ انتساب بتصریح امام ابن حزم از روئے تحقیق غلط ہے (ملاحظہ ہو المحلی صـ۴۳ ج ۸) صحیح حدیث کے خلاف کسی صحابی کا عمل وقول حجت نہیں خصوصاً جب کہ اس صحابی کے خلاف حدیث پر عمل کرنے والے صحابہ وتابعین کی کثرت ہو۔۔

حاصل یہ کہ چار دن قربانی کی مشروعیت حدیث نبوی اور متعدد صحابہ وتابعین کے اقوال سے ثابت ہے اور اس کے خلاف دلیل شرعی سے کوئی بات ثابت نہیں ہے۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

محمد رئیس ندوی استاد مرکزی دارالعلوم بنارس۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۸۲ء